سیر روحانی (۴)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سیر روحانی (۴)

(تقریر فرمودہ مورخہ ۲۸ ؍مارچ ۱۹۴۸ء بمقام لاہور)

عالَمِ روحانی کا بلند ترین مینار

یا

مقامِ محمدیت

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ اور دعا کے پیغام

قادیان میں مقیم احمدی احباب اور امریکہ کی جماعت کی طرف سے بذریعہ تار یہ پیغام آئے ہیں کہ تمام حاضرین جلسہ تک اُن کی طرف سے اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ پہنچا دیا جائے اور دعا کی درخواست کی جائے۔

امریکہ کے نَومسلموں کی مالی قربانی

حضور نے امریکہ کی جماعتوں کی مالی قربانی پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

اِس دفعہ انہوں نے چندہ تحریک جدید میں سالِ گزشتہ کی نسبت دوگنی سے زیادہ رقم دی ہے۔ ان کا سالانہ چندہ دس ہزار ڈالر یعنی بیس پچیس ہزار روپیہ تک ہو جاتا ہے ایسے ملک کی طرف سے جو اسلام کے خلاف شدید تعصب رکھتا ہے اور جو ہر سال کروڑوں روپیہ عیسائیت کی تبلیغ کیلئے خرچ کرتا ہے یہ رقم بظاہر معمولی نظر آتی ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں پر

اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔ نئی نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور وہاں کے نومُسلم اپنی قربانی اور اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں تو پھر یہ رقم معمولی رقم نظر نہیں آتی یہ رقم یقیناً پچیس ہزار سے پچیس لاکھ، پچیس لاکھ سے پچیس کروڑ اور پچیس کروڑ سے پچیس ارب بننے والی ہے۔ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

ہالینڈ اور جرمن کے نومُسلم

حضور نے اِس امر پر بھی خوشی ظاہر فرمائی کہ ہالینڈ اور جرمنی کے نومسلموں میں دیگر ممالک کی نسبت تبلیغ اسلام کا بہت زیادہ جوش پایا جاتا ہے۔ ان میں یہ خواہش بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئیں اور یہاں پر اسلامی تعلیم حاصل کر کے واپس جائیں اور اپنے ملکوں میں تبلیغ کریں چنانچہ ایک جرمن نومسلم جن کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا گیا ہے ان کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ اُن کے پاسپورٹ کا انتظام ہو رہا ہے اور وہ عنقریب تعلیم حاصل کرنے کیلئے یہاں آ جائیں گے۔

(الفضل لاہور ۳۰؍مارچ ۱۹۴۸ء)

میری آج کی تقریر کا موضوع ''سیرِ روحانی'' ہے یہ میری اِس مضمون کی تقریروں کا چوتھا نمبر ہے۔ ان تقریروں کا محرّک میرا ایک سفر ہؤا تھا جو مَیں نے ۱۹۳۸ء میں کیا۔ میں اس سال پہلے سندھ گیا وہاں سے کراچی، کراچی سے بمبئی اور بمبئی سے حیدرآباد کا سفر کیا۔ ہر جگہ کے دوستوں نے مجھے وہاں کی اہم اور قابلِ دید جگہیں دکھانے پر اصرار کیا اور چونکہ میری ایک بیوی، بیٹی اور ہمشیرہ بھی ساتھ تھیں، اس لئے مَیں نے ضروری سمجھا کہ یہ قدیم آثار خود بھی دیکھوں اور ان کو بھی دکھاؤں، خصوصاً حیدرآباد، آگرہ اور دلّی کے پُرانے آثار دیکھنے کا ہمیں موقع ملا۔ جب ہم دلّی پہنچے تو ہم غیاث الدین تغلق کا قلعہ دیکھنے کے لئے گئے یہ قلعہ ایک اونچی جگہ پر واقع ہے اور ٹوٹا ہؤا ہے، لیکن سیڑھیاں قائم ہیں میری ایک بیوی اور لڑکی اس قلعہ کے اوپر چڑھ گئیں۔ میں اُس وقت نیچے ہی تھا اوپر چڑھ کر انہوں نے مجھے کہا کہ یہاں بڑا اچھا نظارہ ہے، ساری دلّی اس قلعہ پر سے نظر آ رہی ہے آپ بھی آئیں اور اس نظارہ سے لُطف اندوز ہوں۔ میرا سر چونکہ اونچائی پر چڑھنے سے چکرانے لگتا ہے اس لئے پہلے تو مَیں نے انکار کیا، لیکن پھر ان کے اصرار پر مَیں بھی اوپر چڑھ گیا اور مَیں نے دیکھا کہ واقعہ میں وہ ایک عجیب نظارہ تھا۔

ساری دلّی نظر آ رہی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ایک فلم آنکھوں کے سامنے پِھر رہی ہو، نہ صرف نئی اور پُرانی دلّی بلکہ اس کے قلعے، مزار، لاٹیں اور مسجدیں سب آنکھوں کے سامنے تھیں اور ایک ہی وقت دلّی کے یہ پُرانے آثار تاریخی شواہد کو میرے سامنے پیش کر رہے تھے۔

مَیں نے ان آثار کو دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ان میں سے ہر چیز ایسی ہے جس کی کسی نہ کسی خاندان سے یا کسی نہ کسی قوم یا مذہب سے نسبت ہے۔ یہ آثار اِن قوموں کے لئے فخر کا موجب تھے، لیکن آج وہ قومیں مٹ چکی ہیں اور ان آثار کو بنانے والوں کا نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا، بلکہ بعض جگہوں پر تو اُن کا دشمن قابض ہے اور وہ قومیں جنہوں نے یہ یادگاریں قائم کی تھیں محکومیت اور ذلّت کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یہ ایک عبرت کی بات تھی جو میرے دل میں پیدا ہوئی اور مَیں سوچتے سوچتے انہی خیالات کی رَو میں کھو یا گیا اور میری توجہ ان یادگاروں پر مرکوز ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے پیچھے سے آواز آئی کہ اب آ جائیں بہت دیر ہوگئی ہے، لیکن میرے خیالات کی رَو میرے قابو سے باہر تھی۔ مَیں نے اُس وقت سوچا اور غور کیا کہ یہ مادی آثار جو دنیا میں اپنی یادگاریں قائم کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں، کیا ان کے مقابلہ میں ہمارے خدا نے بھی کچھ آثار بنائے ہیں؟ اور اگر بنائے ہیں تو ان خدائی آثار اور یادگاروں کی کیا کیفیت ہے اور یہ مادی آثار ان کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ مَیں نے سوچنا شروع کیا کہ جن لوگوں نے یہ قلعے بنائے اور دنیا کے سامنے اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کیا، کیا اس کے مقابلہ میں ہمارے خدا نے بھی کوئی قلعہ بنایا ہے۔ یا جن لوگوں نے دنیا میں بڑے بڑے مینار بنائے ہیں کیا ان کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے بھی کوئی مینار قائم کیا ہے۔ اسی طرح دُنیوی مینا بازاروں کے مقابلہ میں کیا خدا تعالیٰ نے بھی کوئی مینا بازار بنایا ہے یا دُنیوی دیوانِ عام اور دُنیوی دیوانِ خاص جو بادشاہوں نے بنائے، کیا ان کے مقابلہ میں روحانی عالَم میں بھی کوئی دیوانِ عام اور دیوانِ خاص پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ دریا اور سمندر جو قدرتی طور پر دنیا میں بہہ رہے ہیں، کیا ان کے مقابلہ میں اسلام میں بھی کوئی ایسی یادگاریں پائی جاتی ہیں؟ آخر سوچنے اور غور کرنے کے نتیجہ میں میرے دل میں قرآن کریم کی کئی آیات آتی چلی گئیں اور مجھے معلوم ہؤا کہ یہ دنیا کی یادگاریں انہی یادگاروں کا صرف ایک ظاہری نشان ہیں اور یہ آثار ان روحانی آثار کی طرف توجہ دلانے

کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ ورنہ اصل یادگاریں وہی ہیں جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہیں اور جو دنیا کی دست بُرد سے پاک ہیں۔ جب میں یہاں تک پہنچا تو بے اختیار میرے مُنہ سے یہ فقرہ نکلا، ''مَیں نے پالیا۔مَیں نے پالیا'' میری لڑکی امۃ القیوم بیگم جو میرے پیچھے ہی کھڑی تھی، اس نے کہا ابا جان آپ نے کیا پالیا؟ میں نے کہا میں نے بہت کچھ پالیا ہے لیکن میں اب تمہیں نہیں بتا سکتا، میں جلسہ سالانہ پر تقریر کرونگا تو تم بھی سُن لینا کہ مَیں نے کیا پایا ہے۔

سیرِ روحانی پر پہلی تقریر چنانچہ مَیں نے پہلی تقریر ۱۹۳۸ء میں کی جس میں مَیں نے تین مضامین بیان کئے تھے۔

اوّل وہ آثارِ قدیمہ جو قرآن کریم نے پیش کئے ہیں۔

دوم قرآن کریم ایک وسیع سمندر کو پیش کرتا ہے۔

سوم قرآن کریم ایک وسیع جنتر منتر کو پیش کرتا ہے۔

دوسری تقریر ۱۹۴۰ء میں مَیں نے دوسری تقریر کی جس میں مَیں نے یہ ذکر کیا کہ قرآن کریم بھی ایک قلعہ پیش کرتا ہے جس کے مقابلہ میں دُنیوی قلعے کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور قرآن کریم بھی ایک وسیع مسجد پیش کرتا ہے ایسی مسجد جس کے مقابلہ میں مٹی اور اینٹوں کی بنائی ہوئی مسجدیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

تیسری تقریر ۱۹۴۱ء میں مَیں نے یہ بیان کیا کہ دنیا کے مقابر کے مقابلہ میں اسلام نے کونسے مقابر پیش کئے ہیں اور دُنیوی مین بازاروں کے مقابلہ میں اسلام نے کونسا مینا بازار پیش کیا ہے۔نو (۹) مضمون ابھی باقی ہیں جن میں مَیں نے اپنے خیالات کا ابھی تک اظہار نہیں کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان نو (۹) مضامین میں سے آج صرف ایک مضمون کو بیان کردوں۔

فضائل القرآن پر لیکچر ۱۹۴۱ء کے بعد اس وقت تک مجھے اس مضمون پر بولنے کا موقع نہیں ملا، کیونکہ درمیان میں بعض اور ضروری مضامین آ گئے تھے جن کے متعلق تقریر کرنا ضروری تھا، اسی طرح ایک اور مضمون بھی نامکمل چلا آ رہا ہے جو فضائل القرآن کا مضمون ہے۔

پانچ لیکچر مَیں اس مضمون پر دے چکا ہوں، لیکن ابھی بہت سے لیکچر باقی ہیں۔ درمیانی عرصہ میں مختلف حالات کی وجہ سے جو مضامین آ جاتے رہے ہیں ان کی وجہ سے یہ دونوں مضمون ابھی نامکمل ہیں، لیکن بہرحال مَیں آج سیر روحانی کے ایک پہلو کو بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

مادی میناروں کے مقابلہ میں اسلام کا پیش کردہ مینار

میں نے بیان کیا تھا کہ میں نے اپنے سفر میں بڑے بڑے بلند مینار دیکھے، ایسے مینار جو آسمان سے باتیں کر رہے تھے، جیسے قطب صاحب کی لاٹ ہے یا تغلق شاہ کی لاٹ ہے۔ میں نے ان بلند و بالا میناروں کے دیکھنے کے بعد غور کیا کہ کیا قرآن کریم میں بھی کسی بلند تر روحانی مینار کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہ کہ اس مینار کے مقابلہ میں دُنیوی مینار کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

مینار کیوں بنائے جاتے ہیں؟

جب میں نے یہ سوچا تو پہلا سوال میرے دل میں یہ پیدا ہؤا کہ مینار کیوں بنائے جاتے ہیں؟ اور کیا وہی اغراض قرآن کریم کی کسی پیش کردہ چیز سے پوری ہوتی ہیں یا نہیں؟

عالَمِ بالا کے اسرار معلوم کرنے کی جستجو

اس نقطۂ نگاہ سے جب میں نے میناروں کی تاریخ پر غور کیا، تو مجھے معلوم ہؤا کہ مینار بنانے کا پہلا موجب یہ تھا کہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ آسمان کسی محدود فاصلہ پر واقع ہے اور وہ کسی اونچی جگہ پر جا کر یا تو آسمان پر چڑھ جائیں گے اور یا اس قابل ہو جائیں گے کہ فرشتوں اور ارواح کے ساتھ باتیں کر سکیں اور آسمانی نظاروں کو دیکھ سکیں۔ گویا میناروں کی تعمیر کا ایک محرک بنی نوع انسان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ اوپر چڑھ کر آسمان کے قریب ہو جائیں گے اور عالَمِ بالا کے اسرار کو آسمانی ارواح سے معلوم کر سکیں گے۔ قرآن کریم اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۔ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ۔[1]

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے سامنے اپنا دعویٰ پیش کیا تو فرعون نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر کہا کہ اس کا تو دماغ خراب ہوگیا ہے، یہ کہتا ہے کہ مجھ سے خدا اور اس کے فرشتے باتیں کرتے ہیں، یہ جھوٹ بولتا ہے، میں اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اے ہامان! تم میرے لئے ایک اونچا سا مینار تیار کرو، میں بھی اس پر چڑھ کر دیکھوں کہ آسمان پر کیا ہوتا ہے اور آسمانی اسباب اور ذرائع سے پتہ لوں کہ کیا موسیٰ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔

پُرانے زمانے میں سب سے اونچے مینار مصر میں ہی بنا کرتے تھے اور یہ اونچے مینار اسی خیال کے تحت بنائے جاتے تھے کہ مصری سمجھتے تھے کہ ارواحِ سماویہ آسمان سے اُترتی ہیں تو بلندی پر رہنے کی وجہ سے وہ بلند جگہوں کو پسند کرتی ہیں اسی لئے وہ اپنے بزرگوں اور بادشاہوں کی قبریں بلند میناروں کی شکل میں بنایا کرتے تھے مگر چونکہ اُس وقت تک حساب کا علم ابھی مکمل نہیں ہؤا تھا اس لئے وہ سیدھا اور گول مینار بنانے کی بجائے اس شکل کی عمارات بنایا کرتے تھے یعنی ان کی چوٹی تو صرف چند مربع گز کی ہوتی تھی، لیکن بنیاد ہزاروں مربع گز میں ہوتی تھی، بعد میں جب حساب مکمل ہؤا اور بنیادوں اور سدھائی کا علم ہؤا تو سیدھے گول میناروں کا رواج ہوگیا۔ میں جب مصر میں گیا تھا تو مَیں نے بھی ان میناروں کو دیکھا تھا یہ اتنے بلند مینار ہیں کہ اچھا قوی اور مضبوط آدمی بھی ان پر چڑھتے چڑھتے تھک جاتا ہے۔ آج بھی انجینئر جب ان میناروں کو دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ اُس زمانہ میں ناقص انجینئرنگ کے باوجود انہوں نے کتنی بلند و بالا عمارتیں کھڑی کر دیں۔

درحقیقت یہ مینار نہیں بلکہ قبریں ہیں جو بادشاہوں کے لئے بنائی جاتی تھیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ان میناروں کے ذریعہ سے آسمانی ارواح ان کے بزرگوں کے نزدیک ہو جاتی ہیں۔

حضرت مسیح کے مینار پر اُترنے کا عقیدہ مسلمانوں میں کس طرح آیا

غرض مصری لوگ یہ مینار آسمانی روحوں کے ساتھ ملنے کے لئے بنایا کرتے تھے، مسلمانوں میں حضرت مسیحؑ کے مینار پر سے اُترنے کا عقیدہ بھی اسی بناء پر پیدا ہؤا ہے۔ احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیحؑ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ نازل ہوگا[۲] یعنی وہ سفید مینار کے قریب اُترے گا۔

اس حدیث کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمان اس عقیدہ میں مبتلا ہو گئے کہ مسیحؑ مینار پر اُترے گا حالانکہ حدیثوں میں عَلَی الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ کے الفاظ نہیں بلکہ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ کے الفاظ ہیں جو ان کے اس خیال کی تردید کر رہے ہیں کہ مسیح مینار پر اُترے گا بہرحال مسلمانوں میں اس خیال کا پیدا ہو جانا کہ مسیح مینار پر اُترے گا بتاتا ہے کہ انہوں نے پُرانی روایات اور احادیث کو محفوظ کر دیا۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ حدیث میں عِنْدَ کا لفظ ہے عَلٰی کا لفظ نہیں اس کی وجہ درحقیقت یہی تھی کہ جب اسلام مصر میں پھیلا تو کئی مصری عقائد مسلمانوں میں بھی آ گئے جن میں سے ایک یہ بھی عقیدہ تھا کہ ارواح مینار پر اُترتی ہیں۔ پہلے انہوں نے سمجھا کہ مسیح آسمان سے اُترے گا پھر انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جب روحیں مینار پر اُترا کرتی ہیں تو یہاں عِنْدَ کے معنے درحقیقت عَلٰی کے ہیں۔ اِسی قسم کے بعض اور بھی عقائد ہیں جو مصریوں سے مسلمانوں نے لئے۔ مثلاً مصری لوگ تناسخ کے قائل تھے اور یہ عقیدہ بھی مصریوں سے مسلمانوں میں آیا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریباً نو (۹) سال بعد ہی مصر میں ایک شخص عبداللہ بن سبا[۳] نامی پیدا ہو گیا تھا اور اُس نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح دوبارہ دنیا میں آئے گی اور وہ قرآن کریم کی کئی آیتوں سے بھی استدلال کیا کرتا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور بعد میں اس نے اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی۔ دراصل یہ مصری فلسفہ سے متأثر تھا اور مصری فلسفہ یہ تھا کہ روحیں مینار پر اُترتی ہیں۔ شاید ان کے دلوں میں یہ خیال ہو کہ بزرگوں کی روحوں کے متعلق اگر یہ عقیدہ نہ رکھا گیا تو اس سے ان کی ہتک ہو گی اس لئے انہوں نے چاہا کہ کچھ ہم اپنے آپ کو اونچا کریں اور کچھ وہ نیچے اُتریں تاکہ اُن کا زمین پر نزول ان کے لئے ہتک کا موجب نہ ہو۔ بہرحال کسی نہ کسی خیال کے ماتحت مصریوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ ارواح بلند جگہوں پر اُترا کرتی ہیں اور اسی غرض کے لئے وہ مینار تعمیر کیا کرتے تھے۔

روشنی کا انتظام

(۲) پھر مینار اس لئے بھی بنائے جاتے تھے کہ ان پر روشنی کی جائے اور دُور دُور سے لوگوں کو اس سے راہنمائی حاصل ہو چنانچہ چھاؤنیوں میں

عموماً مینار بنائے جاتے ہیں اور ان میں روشنی کا باقاعدہ انتظام رکھا جاتا ہے اس روشنی کو دیکھ کر دُور سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ فلاں جگہ ہے یا فلاں جہت پر سفر کرنا زیادہ مفید ہے۔ چونکہ پُرانے زمانے میں رات کو قافلے چلا کرتے تھے اس لئے میناروں کی روشنی سے انہیں بہت کچھ سہولت حاصل ہو جاتی تھی۔ مینار کے معنوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے چنانچہ عربی زبان میں مینار کے معنے مقامِ نور کے ہیں[۴] یعنی جہاں نور کا سامان موجود ہو۔ پس مینار اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان پر روشنی کی جاسکے اور اسی وجہ سے ان کا نام مینار رہؤا۔

ستاروں کی گردشیں معلوم کرنے کی خواہش

(۳) تیسرے مینار اس لئے بنائے جاتے تھے کہ اُن کے ذریعہ سے آسمانی گردشوں کا پوری طرح علم ہو اور غیب کی خبریں معلوم کی جاسکیں۔ واقعہ یہ ہے کہ زمین پر ہیئت کے سامان اتنی صفائی کے ساتھ ان گردشوں کو نہیں دیکھ سکتے جتنی صفائی کے ساتھ اونچی جگہ سے دیکھ سکتے ہیں اسی لئے دُوربینیں ہمیشہ اونچی جگہ پر لگائی جاتی ہیں۔ پس مینار بنانے کی تیسری وجہ یہ ہؤا کرتی تھی کہ لوگ ان پر آلاتِ ہیئت رکھ کر ستاروں کی گردشوں کا علم حاصل کرتے تھے تاکہ انہیں غیب کی خبریں معلوم ہوسکیں اور آئندہ کے اسرار اُن پر کُھلیں۔

ابھی پچھلے دنوں لاہور میں ایک رات ہزاروں ہزار لوگ کمروں سے نکل کر باہر میدانوں اور صحنوں میں سوئے کیونکہ کسی منجم نے یہ خبر اُڑا دی کہ اس رات ایک شدید زلزلہ آئے گا۔ لوگ ڈر گئے اور وہ اپنے مکان چھوڑ کر باہر میدانوں اور باغوں میں نکل گئے حالانکہ یہ سب باتیں اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَ كَذَا فَهُوَ كَافِرٌ بِيْ وَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ**[۵]

جو شخص یہ کہے کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی ہے یا فلاں ستارہ کا یہ اثر ہے، وہ اسلام سے خارج ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔ یہ خیال کہ ستاروں کی گردش سے انسان آئندہ کے حالات معلوم کرسکتا ہے، قطعی طور پر غلط ہے اور لاہور والوں نے اس کا اندازہ بھی لگا لیا، مگر مشکل یہ ہے کہ وہ لوگ جو دین سے پوری واقفیت نہیں رکھتے اس قسم کی غلط فہمیوں میں عموماً مبتلاء رہتے ہیں اور منجم بھی بڑی

آسانی سے کہہ دیتا ہے کہ مینار کے نہ ہونے کی وجہ سے مجھے ستاروں کی گردش معلوم کرنے میں غلطی لگ گئی ہے۔ یہی حال رمّالوں، جوتشیوں اور پامسٹوں کا ہوتا ہے۔

ایک احمدی نجومی کا واقعہ

میرے پاس ایک دفعہ ایک احمدی نجومی آیا اور اس نے کہا، میں آپ کو کچھ کرتب دکھانا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا، میں اس کو سمجھتا تو لغو ہی ہوں، مگر تمہاری خواہش ہے تو دکھا دو۔ اس نے کہا مَیں نے یہ بات آپ سے اس لئے کہی ہے کہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے یہ فخر حاصل ہو جائے کہ مَیں نے آپ کے سامنے بھی اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا، آپ اپنے دل میں کوئی فارسی شعر رکھیں۔ مَیں نے فارسی نہیں پڑھی کیونکہ ہمارے اُستاد یہ سمجھتے تھے کہ فارسی کی تعلیم سے عربی کو نقصان پہنچتا ہے۔ گو مثنوی رومی وغیرہ تو میں نے پڑھی ہیں مگر فارسی کی باقاعدہ تعلیم مَیں نے حاصل نہیں کی اور ایسے آدمی کو عموماً معروف شعر ہی یاد ہوتے ہیں، بہرحال میں نے اپنے دل میں سوچا کہ:-

کریما بہ بخشائے برحالِ ما
کہ ہستم اسیر کمندِ ہَوا

اُس نے ایک کاغذ میرے سامنے رکھ دیا جس پر یہی شعر لکھا ہوا تھا، اس کے بعد اس نے کہا کہ آپ ایک سے دس تک کوئی ہندسہ اپنے دل میں سوچیں، میں نے سات کا ہندسہ سوچا اور اس نے ایک کاغذ اُٹھا کر مجھے دکھایا جس پر لکھا تھا کہ آپ سات کا ہندسہ سوچیں گے۔ پھر کہنے لگا کہ آپ اپنی پیٹھ پر سے کپڑا اُٹھائیں آپ کے دائیں طرف ایک مسّہ ہے میں نے کُرتا اُٹھایا تو وہاں مسّہ بھی موجود تھا۔ مَیں نے کہا تمہاری پہلی دو چالاکیاں تو مجھے معلوم ہو گئیں، تم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کس طرح پتہ لگا لیا کہ میرے جسم کے دائیں طرف ایک مسّہ ہے۔ اس نے کہا ہماری راول قوم اِس فن میں بہت مشہور ہے اور اُس نے بڑی کثرت سے انسانی جسموں کو دیکھا ہوا ہے۔ ایک لمبے مشاہدہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اسّی فی صدی لوگوں کی کمر کے دائیں طرف کوئی نہ کوئی مسّہ ضرور ہوتا ہے، اگر تین چار آدمیوں کو یہ بات بتائی جائے اور تین آدمیوں کے مسّے نکل آئیں اور چوتھے کے نہ نکلیں تو عام طور پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کوئی حسابی غلطی ہو گئی ہوگی، وہ ہمارے علم پر شُبہ نہیں کرتے۔

اُن دنوں قادیان میں ایک اہلِ حدیث لیڈر آئے ہوئے تھے وہ مجھے ملنے کے لئے آئے تو اتفاقاً ان سے بھی اس بات کا ذکر آ گیا۔ کہنے لگے ان لوگوں کو کوئی علم نہیں آتا۔ محض اَرڑ پوپو[6] ہوتے ہیں لیکن مَیں چاہتا ہوں کہ اس شخص کو دیکھوں، وہ اب کی دفعہ آئے تو اسے میرے پاس ضرور بھجوادیں۔ وہ قادیان کے قریب ہی ایک گاؤں کا رہنے والا تھا، اتفاق سے دوسرے تیسرے دن پھر آ گیا اور مَیں نے اسے انہی اہلِ حدیث مولوی صاحب کے پاس بھجوادیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد وہ میرے پاس دَوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے یہ تو معجزہ ہے معجزہ۔ اُس نے جتنی باتیں بتائیں وہ ساری کی ساری صحیح تھیں۔ معلوم ہوتا ہے اسے غیب کا علم آتا ہے آپ اسے کہیں کہ کسی طرح یہ علم مجھے بھی سکھا دے۔ میں نے ہنس کر کہا تم تو اہلِ حدیث ہو اور جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے سِوا کسی کو علم غیب نہیں، پھر یہ کیسی باتیں کرتے ہو۔ پھر مَیں نے انہیں کہا کہ ایک دفعہ تو اس نے باتیں دریافت کرلیں، اب اسے کہو کہ وہ مجھ سے پھر وہ دو باتیں دریافت کرکے دیکھے مَیں نے خود بھی اسے کہا، مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہؤا۔ جس چیز کا مجھ پر اثر تھا وہ صرف یہ تھی کہ اسے مسّے کا کس طرح پتہ لگ گیا؟ اس کے متعلق اس نے بتایا کہ ہماری قوم کے لوگ ساری جگہ پھرتے رہتے ہیں اور وہ انڈونیشیا اور جاپان تک بھی جاتے ہیں، انہوں نے انسانی جسموں کو کثرت کے ساتھ دیکھنے کے بعد بعض نتائج قائم کئے ہوئے ہیں جو عموماً ستّر، اسّی فیصدی صحیح نکلتے ہیں۔ جیسے انشورنس والوں نے اندازے لگائے ہوئے ہیں کہ اتنے آدمی بیمہ کرائیں تو ان میں سے اتنے مرتے ہیں اور اتنے زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ ستّر فیصدی لوگوں کا مسّہ نکل آتا ہے اس لئے تیس فیصدی لوگ یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ یہ جانتے تو سب کچھ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حساب میں ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔

میناروں کے ذریعہ اپنے نام کو زندہ رکھنے کی خواہش

(۴) مینار بنانے والوں کی ایک غرض یہ بھی ہؤا کرتی تھی کہ ان میناروں کے ذریعہ سے بنانے والوں کا نام روشن رہے۔ بنانے والے بنا جاتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا تعمیر کردہ مینار ہے۔

حصولِ مقاصد میں ناکامی

مگر مَیں نے دیکھا کہ ان میناروں سے یہ چاروں اغراض پوری طرح حاصل نہیں ہوئیں۔ **اوّل** تو آسمانی روحوں کے اُترنے کا کوئی ثبوت نہیں، مصریوں نے مینار بنا دیئے، کروڑوں کروڑ روپیہ خرچ کر دیا، مُردوں کے ساتھ زیورات اور سامان بھی دفن کر دیئے مگر اب یورپین قومیں وہی سامان اُٹھا کر اپنے ملکوں کو لے گئیں۔ اور وہ مُردے جو انہوں نے وہاں دفن کئے تھے اُن کو بھی انہوں نے اپنے عجائب گھروں میں رکھا ہؤا ہے۔ کوئی لاش امریکہ کے عجائب گھر میں پڑی ہے اور کوئی فرانس کے عجائب گھر میں، گویا قیمتی سامان بھی ضائع ہؤا اور مُردوں کی بھی ہتک ہوئی۔ کسی فرعون کی لاش امریکہ کو دیدی گئی، کسی کی فرانس کو دے دی گئی اور کسی کی برطانیہ کو دے دی گئی اور اس طرح ان مُردوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ **دوم** قرآن کریم کی ابھی میں نے ایک آیت پڑھی ہے جس میں فرعون نے ہامان سے یہ کہا کہ تم ایک اونچا اور بلند مینار بناؤ تا کہ میں یہ دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا کہاں ہے؟ تورات سے پتہ لگتا ہے کہ رعمسیس وہ فرعون تھا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پالا اور منفتاح وہ فرعون تھا جو حضرت موسیٰ ؑ کے زمانہ میں تھا اور جو آپ کے مقابلہ میں آ کر تباہ ہؤا۔ وہ بنی اسرائیل سے اینٹیں پتھوایا کرتا تھا اور اسی طرح ان پر اور بھی بہت سے مظالم کیا کرتا تھا۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ جب اس نے ہامان سے یہ کہا کہ میرے لئے ایک اونچا سا مینار بناؤ تا کہ میں یہ دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا کہاں ہے تو خدا تعالیٰ نے اس کی اس خواہش کو رائیگاں جانے نہیں دیا، اس نے اپنا وجود تو اسے دکھا دیا مگر مینار کی چوٹی پر نہیں بلکہ سمندر کی تہہ میں۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر چھوڑ کر بھاگے اور فرعون نے ان کا تعاقب کیا اور آخر وہ سمندر کی موجوں میں گھر گیا تو جب وہ غرق ہونے لگا اُس وقت اس نے یہ الفاظ کہے کہ **اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ**[۲]

گویا اُسے خدا تو نظر آ گیا مگر وہ فرعون جس نے آسمان پر خدا کو دیکھنا چاہا تھا اسے خدا پاتال میں نظر آیا۔ پس مینار پر چڑھ کر خدا دیکھنے کا ایک غلط خیال اس کے دل میں موجود تھا جو

پورا نہ ہو سکا۔

روشنی کا فُقدان

باقی رہا یہ امر کہ مینار روشنی دیتے ہیں یہ بھی ہمیں ان میناروں سے پورا ہوتا نظر نہیں آتا، دنیا میں سینکڑوں مینار کھڑے ہیں مگر ان پر روشنی کا کوئی سامان نہیں، درحقیقت مینار بنانا اور بات ہے اور اس پر روشنی کرنا اور بات۔ جن لوگوں نے وہ مینار بنائے تھے جب ان کی اپنی نسلیں باقی نہ رہیں تو روشنی کون کرتا؟ یوں کہلانے کو سب ہی مینار کہلاتے ہیں، لیکن روشنی کہیں بھی نہیں ہوتی یا کچھ عرصہ کے بعد مٹ جاتی ہے۔ قطب صاحب کے مینار کو ہی لے لو آج اس پر کہاں روشنی ہوتی ہے بیشک وہ کچھ عرصہ تک روشنی دیتے رہے مگر پھر تاریک ہو گئے اور اب نہ وہ دن میں کام آتے ہیں اور نہ رات کو کام آتے ہیں، بنانے والوں کی نسلیں تک باقی نہ رہیں تو روشنی کرنے والے کہاں سے آتے؟

مینار بنانے والے خود زمانہ کی گردش کا شکار ہو گئے

تیسری غرض یہ سمجھی جاتی ہے کہ میناروں کے ذریعہ غیبی علوم حاصل ہؤا کرتے ہیں، لیکن یہ غرض بھی ہمیں کہیں پوری نظر نہیں آتی بلکہ مینار بنانے والوں نے آسمانی گردشوں سے غیب کیا معلوم کرنا تھا وہ خود اپنے آپ کو گردشوں سے نہ بچا سکے اور ختم ہو گئے۔

انبیاء ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں

اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ لوگ جن کو روحانی مینار کے طور پر پیش کرتے ہیں وہ بھی تو ختم ہو گئے۔ اگر اشوؔکا ختم ہؤا تو آدمؑ بھی ختم ہو گیا۔ اگر دارا ختم ہؤا تو نوحؑ بھی ختم ہو گیا۔ پھر ان میں اور اُن میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جہاں تک ظاہر میں ختم ہونے کا سوال ہے ہمیں دونوں ہی ختم دکھائی دیتے ہیں لیکن جہاں تک سلسلہ مذہبیہ کا سوال ہے وہ ختم نہیں ہوئے اور کبھی ختم نہیں ہو سکتے چنانچہ دیکھ لو اشوؔکا کا نام لیوا آج دنیا میں کوئی باقی نہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں اور گوشوں میں پھر کر دیکھ لو، داؔرا اور اشوؔکا کو کوئی اگر گالیاں بھی دے تو دنیا کی کوئی قوم اسے مطعون نہیں کر سکتی۔ کوئی مذہبی یا سیاسی اقتدار ان لوگوں کو حاصل نہیں مگر آج بھی آدمؑ اور موسٰیؑ پر ایمان لانے والے یہودی اور عیسائی دنیا میں موجود ہیں۔ بے شک جہاں تک

قابلِ عمل شریعت کا سوال ہے ان انبیاء کی تعلیم ختم ہو چکی ہے، لیکن جہاں تک اُن کی عزّت اور ان کے مقام کا سوال ہے وہ اب بھی قائم ہے اور اب بھی ان کا نام دنیا میں روشن ہے۔ اب بھی ہر شخص مجبور ہے کہ ان کا نام عزّت اور احترام کے ساتھ لے، پس وہ ختم نہیں ہوئے بلکہ قیامت تک بھی ختم نہیں ہو سکتے۔

مینار بنانے والوں کے نام تک محفوظ نہیں

پھر میناروں کے ذریعہ نام روشن ہونے کی غرض بھی پوری نہ ہوئی بلکہ کسی کا نام روشن ہونا تو الگ رہا ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مینار بنائے کس نے تھے؟ ہر مینار کے متعلق یہ بحث ہے کہ اسے کس نے بنایا تھا۔ قطب صاحب کی لاٹ بھی زیر بحث ہے اور تغلق کی لوہے کی لاٹ بھی زیر بحث ہے اور لوگ یہ سوچتے ہیں کہ یہ ہے اصل میں کس کی؟ اشوؔکا کی کہ تغلق کی؟ کسی ہندو بادشاہ کی یا ایبک کی؟ قطب صاحب کی لاٹ کے متعلق ہی مسلمان کہتے ہیں کہ قطب الدین ایبک نے اسے بنایا تھا اور ہندو کہتا ہے کہ یہ فلاں راجہ کی بنائی ہوئی ہے۔ فیروز تغلق کی لاٹ کے پاس کھڑے ہو کر ایک مسلمان کہتا ہے یہ فیروز تغلق کی لاٹ ہے اور ایک ہندو کہتا ہے کہ یہ اشوؔکا کی لاٹ ہے مگر جن روحانی میناروں کا ہم ذکر کرتے ہیں اُن کے ناموں کے متعلق کسی قسم کا اشتباہ نہیں پایا جاتا۔

غرض دُنیوی مینار جن اغراض کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں وہ اغراض ان کے ذریعہ کبھی پوری نہیں ہوئیں۔ اس طرح جو فوائد ان کے بتائے جاتے ہیں وہ بھی بنی نوع انسان کو کبھی حاصل نہیں ہوئے۔

قرآن کریم سے ایک عظیم الشان روحانی مینار کی خبر

لیکن اس کے مقابل پر قرآن کریم نے ایک ایسے مینار کی خبر دی ہے جو روحانی طور پر تعمیر ہؤا، جس پر چڑھ کر آسمان کی سب سے بڑی ہستی کا بھی پتہ چلا اور وہ زمین پر بھی اُتری۔

مصریوں کا تو محض خیال تھا کہ روحیں مینار کے ذریعہ نیچے اُترتی ہیں اس کا کوئی عملی ثبوت ہمیں نہیں ملتا لیکن جس مینار کا میں ذکر کرنے والا ہوں اُس پر آسمان کی سب سے بڑی ہستی کے

اُترنے کا زندہ ثبوت نظر آتا ہے۔ پھر اس مینار پر روشنی بھی ہوتی تھی اور ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اس پر چڑھ کر آسمانی گردشوں کا بھی علم ہؤا اور غیب کی خبریں معلوم ہوئیں، اس کے بنانے والے کا نام اس سے اب تک روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گا اس کے بنانے کا کوئی اور مدعی کبھی پیدا نہیں ہؤا اور نہ اس کے بنانے والے کے متعلق کبھی شک ہؤا کہ شاید اس کو کسی اَور نے بنایا ہو۔

مقامِ محمدیت

غرض قرآن کریم ایک ایسے مینار کی خبر دیتا ہے جس پر انسان چڑھا جس پر چڑھ کر اُسے آسمان کی سب سے بڑی ہستی کا پتہ چلا اور وہ عظیم الشان ہستی زمین پر بھی اُتری، جس مینار سے دنیا میں روشنی پھیلی اور پھیلتی چلی جائے گی، جس مینار سے غیب کی خبریں ملیں اور ملتی چلی جائیں گی وہ مینار کیا ہے؟ وہ مینار مقامِ محمدؐیت ہے سورۃ نجم میں اللہ تعالیٰ اس مینار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وَالنَّجْمِ اِذَاهَوٰى - مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى - وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى - اِنْ هُوَاِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى - عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى - ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى - وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى - ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى - فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى - فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى - مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى - اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى - وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى - عِنْدَسِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى - عِنْدَهَاجَنَّةُ الْمَاْوٰى - اِذْيَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى - مَازَاغَ الْبَصَرُوَمَا طَغٰى - لَقَدْرَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى [8]

فرماتا ہے ہم شہادت کے طور پر ایک ستارہ کو پیش کرتے ہیں خصوصاً ثریا کو اِذَاهَوٰى جب وہ نیچے اُترا۔ کس بات کے ثبوت کے طور پر اُسے پیش کرتے ہیں؟ اس بات کے ثبوت کے طور پر کہ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى تمہارا ساتھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گمراہ ہؤا ہے اور نہ غلطی میں پڑا ہے وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اور نہ وہ ہَوا و ہوس میں مبتلاء ہو کر اپنی نفسانی خواہشات کو دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے اِنْ هُوَاِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى بلکہ وہ جو کچھ پیش کر رہا ہے اس وحی کا نتیجہ ہے جو اس پر نازل ہوئی ہے۔

کلام چار طریق پر سُنا جا تا ہے ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان چار طرح کلام سن سکتا ہے۔

اوّل اس کے افکار پراگندہ ہو جائیں۔

دوم اس کا دل پراگندہ ہو کر شیطان سے اُس کا تعلق قائم ہو جائے۔

سوم اس کی ہَوا وحرص تیز ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں اُس کے دل کے خیالات غالب آ جائیں۔

چہارم کلام الٰہی نازل ہوا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے یہ نہ تو ضلالت کا نتیجہ ہے نہ غوائت کا نتیجہ ہے اور نہ ہَوا وہوس کا نتیجہ ہے بلکہ اس وحی کا نتیجہ ہے جو اس پر نازل ہوگئی ہے اور جسے وہ بنی نوع انسان کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

نجم سے کیا مراد ہے یہ نجم کیا ہے جسے خدا تعالیٰ اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضلالت میں مبتلاء نہیں ہوئے، افکار کی غلطی میں مبتلاء نہیں ہوئے، کسی فلسفیانہ غلطی میں مبتلاء نہیں ہوئے وَمَا غَوٰی اور نہ کسی شیطان کے قبضہ میں آئے وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اور نہ ہوا وہوس اور لالچ کی وجہ سے ان کے اندر ایسے خیالات پیدا ہوئے کہ وہ ایسی تعلیم پیش کرتے جو دنیا کے لئے گمراہی کا موجب ہوتی۔ ان دعووں کا ثبوت کیا ہے؟ فرماتا ہے ہمارے ان دعووں کا ثبوت ایک ستارہ ہے جو اوپر سے نیچے گرا، یہ اوپر سے نیچے گرنے والا ستارہ کیا ہے؟ اور ستارہ بھی ایسا جو تین زاویوں سے نیچے جُھکا اور اس نے تین خیالات کا قلع قمع کیا۔ دنیا میں بعض فلسفی لوگ تھے جو یہ خیال کرتے تھے کہ فلسفیانہ باتیں پڑھ پڑھ کر اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے، بعض لوگ یہ فقرہ چُست کر کے تسلّی پا لیتے تھے کہ کیسا بُرا آدمی ہے شیطان نے اس پر قبضہ کرلیا ہے اور اب یہ شیطانی باتیں لوگوں کو سناتا چلا جاتا ہے، کچھ اور لوگ تھے جو یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے تھے کہ اس کے نفس میں ہوا وہوس پیدا ہوگئی اور اس نے چاہا کہ مَیں بھی بڑا آدمی بن جاؤں اس لئے یہ ایسی باتیں کہہ رہا ہے۔ ان تین خیالات کا ایک ہی ردّ ان آیات میں کیا گیا ہے فرماتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضلالت پر نہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایک ستارہ اوپر سے نیچے آیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے غوائت پر نہ ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ ایک ستارہ اوپر سے نیچے آیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا و ہوس میں مبتلاء نہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایک ستارہ اوپر سے نیچے آیا۔ وہ کون سا ستارہ ہے جو اوپر سے نیچے آیا، اور وہ کونسا ستارہ ہے جس کے نیچے آنے کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضالّ نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غاوی نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نَاطِق عَنِ الْھَوٰی نہیں جب تک ہم وہ ستارہ پیش نہ کریں ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کم از کم اس اعتراض سے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے بچا نہیں سکتے۔

احادیثِ نبویہ میں آخری زمانہ کی خرابیوں کا ذکر

اس نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم احادیث کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہاں سے اس امر کے متعلق بعض معلومات میسر آتی ہیں چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میری اُمّت پر ایسا آنے والا ہے جب اسلام مٹ جائے گا اور اس کی ایسی حالت ہو جائیگی کہ لَایَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّااسْمُہٗ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا وَلَایَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّارَسْمُہٗ [9] اور قرآن کریم کی صرف تحریر باقی رہ جائیگی اس کا مضمون لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائے گا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تو صحابہ کرام گھبرائے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کا علاج کیا ہے اُس وقت سلمان فارسی آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے ان پر ہاتھ رکھا اور فرمایا لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ ھٰٓؤُلَاءِ [10] کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تب بھی ان فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جو پھر آسمان سے ایمان اور قرآن کو واپس لے آئے گا۔

آسمانِ روحانی کے ایک ستارہ کی خبر

اس پیشگوئی میں آسمانِ روحانی کے ایک ستارہ کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس سے مراد وہ انسان ہے جو ثریّا سے ایمان کو واپس لائے گا۔ قرآن کریم نے تو صرف اتنا بتایا تھا کہ آسمان سے ستارہ آئے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ

جب دنیا ظلمت اور تاریکی میں مبتلاء ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک ایسے انسان کو مبعوث فرمائے گا جو ثریا سے ایمان کو واپس لے آئے گا، گویا ان معنوں کی رو سے اِذَا ھَوٰی تقلیب نسبت کا رنگ رکھے گا جیسے ہماری زبان میں عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ پرنالہ چلتا ہے، لیکن کیا کبھی پرنالہ چلتے کسی نے دیکھا ہے، پرنالہ نہیں چلتا پانی چلتا ہے۔ یا لوگ کہتے ہیں ناک بہتا ہے آنکھیں بہتی ہیں؟ کان بہتا ہے تو کیا واقعہ میں کان بہا کرتا ہے یا ناک بہتا ہے یا آنکھیں بہتی ہیں، آنکھوں میں سے پانی بہتا ہے، ناک میں سے پانی بہتا ہے، کان میں سے پانی بہتا ہے مگر کہا یہ جاتا ہے کہ آنکھ بہتی ہے یا ناک بہتا ہے یا کان بہتا ہے۔ یہ تقلیبِ نسبت ہوتی ہے یعنی ایک چیز کی جگہ بعض دفعہ دوسری چیز کا نام لے لیتے ہیں یا کہتے ہیں یہ چیز خدا نے میرے قریب کر دی اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اُس چیز کے قریب ہو گیا۔ اس نقطہ نگاہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس انسان کا ذکر کرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ

کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو وہ شخص اسے واپس لے آئے گا، قرآن کریم نے تقلیبِ نسبت کے طور پر اُس کا ان الفاظ میں ذکر کر دیا کہ ایک ستارہ اوپر سے نیچے آئے گا جیسے کان میں سوزش ہوتی ہے اور اُس کی وجہ سے رطوبت بہتی ہے تو ہم کہتے ہیں ہمارے کان بہتے ہیں حالانکہ کان نہیں بہہ رہے ہوتے، کانوں سے رطوبت بہہ رہی ہوتی ہے اسی طرح قرآن کریم نے تو یہ فرمایا کہ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی آسمان سے ایک ستارہ آئے گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تشریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرستادہ آئے گا جو ایمان کو ثریّا سے واپس لے آئے گا اور پھر قلوب کو نورِ ایمان سے بھر دیگا۔

ایک شُبہ کا ازالہ

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم قرآن کریم کے لفظوں کو کیوں نہ ترجیح دیں اور کیوں نہ یہ سمجھیں کہ کوئی ستارہ ہی آسمان سے گرے گا کسی خاص آدمی کی تخصیص کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تشریح کر دی تو ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن کریم کے ان الفاظ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ روشنی میں دیکھیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں کہ ایک ایسا انسان آئے گا جو ثریا سے ایمان واپس لائے گا اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معیّن رنگ میں ایک تشریح فرمادی تو اب ہمارا یہ حق نہیں کہ ہم اس تشریح کو نظر انداز کر دیں، ایسا کرنا ہمارے لئے کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ مگر اس حدیث کے ایک اور معنے بھی ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن کریم تو نجم کی نسبت هَوٰى کا لفظ استعمال فرماتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ مسیحؑ ثریا کو زمین پر کھینچ لائے گا جو دشمنوں کے لئے ہلاکت اور دوستوں کے لئے ایمان لانے کا موجب ہوگا۔

شیاطین پر ہمیشہ شہابِ مبین گرا کرتا ہے

قرآن کریم میں یہ مضمون مختلف مقامات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ [11]

یعنی ہم نے اس دنیا میں ایک دینی نظام بھی قائم کیا ہوا ہے جس طرح مادی آسمان میں تمہیں مختلف ستارے دکھائی دیتے ہیں اسی طرح اس دینی نظام میں بھی ہم نے ستارے بنائے ہیں اور اسے ہر قسم کے شیطانوں کی دست بُرد سے بچایا ہے اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ مگر جب کبھی بے دین کی کوئی روح غالب آنے لگے تو آسمان سے ایک حقیقت ظاہر کرنے والا روشن ستارہ گرتا ہے جو جھوٹ کا پول کھول دیتا ہے اِسْتَرَقَ السَّمْعَ کے معنے عام طور پر یہ کئے جاتے ہیں کہ جو آسمان کی باتیں سنتا ہے حالانکہ آسمان کی باتیں سننے کا تو حکم ہے اور پھر وہ ہوتی ہی سنانے کے لئے ہیں، اس لئے اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی دنیا میں خدا تعالیٰ کی باتوں کو بگاڑ کر پیش کیا جاتا ہے اور دنیا میں فساد واقعہ ہو جاتا ہے اُس وقت آسمان سے ایک ستارہ گرا کرتا ہے جو پھر صداقت کو دنیا میں قائم کر دیتا ہے اور بگڑی ہوئی مخلوق کو درست کر دیتا ہے۔

مجدّ دین کی بعثت کی خبر

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کونسا ستارہ ہے جو اس موقع پر گرا کرتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تشریح کی ہے؟ اس غرض کے لئے جب ہم احادیث کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اُن میں یہ ارشاد نظر آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا[۱۲]
یعنی میری اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص مبعوث فرمایا کرے گا جو اُمت کی خرابیوں کو دور کرے گا اور دین کا از سرِ نَو احیاء کرے گا گویا جس چیز کو قرآن کریم نے شہابِ مُبین قرار دیا ہے، اُس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روحانی انسان قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جب کبھی دنیا میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بگاڑ کر پیش کیا جاتا ہے اُس وقت آسمان سے ایک ستارہ گرا کرتا ہے جو مبین ہوتا ہے، یعنی چاروں طرف اس کے ظہور سے روشنی ہو جاتی ہے اور لوگوں پر دین کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک ایسا آدمی میری اُمت میں مبعوث کیا کرے گا جو یُجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا دین کی خرابیوں کو دُور کرے گا اور اسلام کی تجدید کرے گا گویا وہی چیز جس کا نام قرآن کریم نے شہاب مبین رکھا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا نام مجدّد رکھا۔

ہر نبی ایک شہاب ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہاب مبین ہیں

اس تشریح کے ماتحت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''شہابِ مبین'' سے مراد ہمیشہ وقت کا نبی اور مجدّد ہوتا ہے جو شیطان کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے اور دین کو ہر قسم کی رخنہ اندازیوں سے پاک کر دیتا ہے، لیکن اس نقطہ نگاہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا ہر نبی ایک شہاب ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شہاب مبین بھی ہے کیونکہ وہ لوگ جو دین میں رخنہ اندازی کرتے ہیں ان کی ہلاکت اور بربادی کا وہ اس وقت موجب نہیں ہیں، یہ کام صرف وقت کا نبی یا مجدّد کر سکتا ہے اور یا پھر وہ نبی کر سکتا ہے جس کی نبوت قیامت تک زندہ ہو اور جس کی شریعت ہر زمانہ میں قابلِ عمل ہو۔ اس لحاظ سے گو ہر مجدّد اور ہر نبی ایک شہاب ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہابِ مبین ہیں،

کیونکہ آپ صرف نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النّبیّن بھی ہیں اور آپ کی نبوت قیامت تک زندہ ہے۔ اب جو شخص بھی دین کے احیاء کے لئے مبعوث ہوگا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوگا، آپ سے الگ ہو کر اور آپ کی غلامی سے انکار کرتے ہوئے کوئی شخص اس منصب پر فائز نہیں ہوسکتا۔

آسمانی باتیں سننے کے معنے

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے تو یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی میری باتیں سنتا ہے یا آسمان کی باتیں سنتا ہے تو اس پر ایک شہاب گرتا ہے جو اُسے تباہ کر دیتا ہے، حالانکہ قرآن کریم نے ہی آسمانی باتوں کے سننے کا ہم کو حکم دیا ہے پھر یہ کہنا کہ جو آسمانی باتیں سنتا ہے اس پر ستارہ گرتا ہے ایک بے معنی سی بات ہو جاتی ہے۔ اس سوال کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں خالی آسمان کی باتیں سننے کا ذکر نہیں بلکہ اِسْتَرَقَ السَّمْعَ کا ذکر ہے اِسْتَرَقَ ، سَرَقَ سے نکلا ہے جس کے معنے چوری کے ہوتے ہیں اور اِسْتَرَقَ السَّمْعَ کے معنی چوری چُھپے سننے کے ہیں۔ پس اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص جو الٰہی جماعت میں داخل ہو کر اس کے کلام کو کُھلے بندوں سنتا ہے، جماعتِ حقّہ میں اپنے آپ کو شامل کر لیتا ہے اور اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کی اشاعت کرے اور بھولے بھٹکوں کو راہِ راست پر لائے وہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے حصہ لیتا ہے لیکن وہ لوگ جن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو سننے کے بعد انہیں بگاڑ کر پیش کریں اور لوگوں کو دھوکا اور فریب میں مبتلاء کریں یا وہ منافق جو اس لئے کسی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں کہ اُس مشن کو نقصان پہنچائیں اور آسمانی کلام کے اُلٹ پُلٹ معنی کر کے لوگوں میں بے ایمانی پیدا کریں، ان کیلئے آسمان سے ہمیشہ ایک شہاب گرا کرتا ہے، ایسے لوگ جب بھی کسی فتنہ کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کا فتنہ ایسا رنگ اختیار کر لیتا ہے جو دین کیلئے ضُعف کا موجب ہو تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کسی مأمور یا مصلح یا مجدد وقت کو ان کی بیخ کنی کیلئے کھڑا کر دیتا ہے جو شہاب بن کر ان پر گرتا ہے اور منافقت، کفر و ارتداد کے خیالات کا قلع قمع کر دیتا ہے۔

شرارتوں کا قلع قمع کرنے کیلئے آسمانی تدبیر

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ جن میں بھی

بیان فرمایا ہے وہ فرماتا ہے۔ وَاَنَّا کُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا [۱۳]

یعنی اس سے پہلے تو ہم آسمان سے سننے کی جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے مگر اب تو جو شخص بھی آسمان کی باتیں سننے کے لئے جاتا ہے اس پر آسمان سے ایک ستارہ گرتا ہے۔

یہاں بھی وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلی آیات میں بیان کیا جا چکا ہے یعنی جب شرارت کرنے والے دین کی باتیں بگاڑ کر پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو غلط فہمیوں میں مبتلاء کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی شرارتوں کے انسداد کے لئے آسمان سے ایک نور نازل کرتا ہے مسلمانوں نے غلطی سے ان آیات کا یہ مفہوم سمجھ لیا ہے کہ شیطان آسمان پر جاتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی باتیں سُن لیتا ہے، حالانکہ قرآن کریم نے متعدد مقامات میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ شیطان آسمان کی باتیں سُن نہیں سکتا اس نے یہاں تک کہا ہے کہ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ [۱۴]

شیطان آسمانی کلام کے سننے کی طاقت ہی نہیں رکھتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے انہیں ان باتوں کے سننے سے محروم کیا ہوا ہے، اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ [۱۵]

کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ سے وہ آسمان پر جا کر خدا تعالیٰ کی باتیں سُن سکتے ہیں؟ اگر ان میں کوئی اس امر کا مدعی ہے کہ وہ آسمان پر گیا اور اس نے خدا تعالیٰ کی باتیں سنیں تو وہ اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرے۔

کُفّار اور منافقین کی عادت

ان آیات سے ظاہر ہے کہ آسمان پر جا کر باتیں سننا تو الگ رہا وہاں تک کسی کے جانے کی اہلیت بھی قرآن کریم نے تسلیم نہیں کی۔ پس درحقیقت اس جگہ آسمانی باتیں سننے کے معنے یہ ہیں کہ کُفّار اور منافقین کی عادت یہ ہے کہ وہ سچے دین کی باتوں کو اس نقطہ نگاہ سے سنتے ہیں اور اس لئے ان کو سیکھتے ہیں کہ وہ ان سے نئے نئے اعتراض پیدا کریں گے اور ان میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر لوگوں کو بَرانگیختہ کریں گے۔ یہ معنے نہیں کہ وہ عرش پر جا کر اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سُن لیتے ہیں،

خدا تو خدا ہے اس دنیا کے معمولی معمولی بادشاہوں کے پاس پھٹکنے کی بھی لوگوں میں طاقت نہیں ہوتی اور وہ ان کے قُرب میں جانے سے گھبراتے اور لرزتے ہیں، مگر عجیب بات یہ ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیطان آسمان پر جاتا ہے اور وہ مَلَاءِ اعلیٰ اور جبرائیل اور عرش کی باتوں کو سُن کر زمین پر آ جاتا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شیطان کی طاقت ہی کہاں ہے کہ وہ آسمان کی کوئی بات سُن سکے، ہاں وہ لوگ جو شیطان کے مثیل ہوتے ہیں جنہوں نے ابلیسی جامہ زیبِ تن کیا ہوا ہوتا ہے وہ بے شک آسمان کی باتیں سنتے ہیں اور انہیں ایسے رنگ میں بگاڑ کر پیش کرتے ہیں کہ دنیا میں ایک فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو اس زمانہ کا پادری وہیری قرآن کریم پڑھتا ہے وہ ایک مولوی کو ملازم رکھتا ہے، اس سے قرآنی تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر لدھیانہ میں بیس سال تک کام کرتا ہے اور اس عرصہ میں قرآن کریم کی ایک تفسیر شائع کرتا ہے، وہ اس کا نام تفسیرِ قرآن رکھتا ہے مگر اُسے پڑھا جائے تو وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کے اعتراضات سے بھری ہوئی ہے۔ قرآن کریم ایک آسمانی کتاب ہے زمینی نہیں، قرآن کریم سننے کے لئے انسان کو آسمان کی طرف کان رکھنا پڑتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس لئے آسمان کی طرف کان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنیں اور اُس پر عمل کریں۔ اور شیطان اس لئے کان رکھتے ہیں کہ آسمانی باتوں کو سنیں اور ان پر اعتراض کریں۔ فرماتا ہے جب بھی ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہو جائیں گے جو دین پر اعتراض کرنے والے ہوں اور ان کی وجہ سے مذہب میں کئی خرابیاں واقع ہو جائیں اور دلوں میں گندے خیالات ڈیرا جمالیں تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک ستارہ بھیجے گا جو ظلمت کو دور کر دے گا اور پھر لوگوں کے دلوں میں ایمان اور اخلاص پیدا کر دے گا۔

عالَمِ روحانی کے کواکب

اسی طرح سورۃ الصفت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ - لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ - دُحُوْرًا وَّلَھُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ - اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ [16]

فرماتا ہے ہم نے دُنیوی آسمان کو ستاروں سے مزین کیا ہے تاکہ ہر شیطان جس کو اللہ

تعالیٰ روکنا چاہتا ہے، اس کے حملہ سے محفوظ رکھے وہ ملاءِ اعلیٰ کی بات نہیں سن سکتے، ان پر ہر طرف سے پتھراؤ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم رہنے والا عذاب ملے گا۔ اس کے بعد فرماتا ہے وہ آسمان کی کوئی بات سُن تو نہیں سکتے لیکن اگر کوئی بات اُچک کر لے جائیں تو ان کے پیچھے ایک چمکتا ہؤا شہاب جاتا ہے اور انہیں تباہ کر دیتا ہے۔

مادی اور روحانی نظام میں شدید مشابہت

یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ اس جگہ کواکب سے ظاہری ستارے اور سورج وغیرہ مراد نہیں بلکہ عالمِ رُوحانی کے کواکب مراد ہیں جن سے دینی نظام کو مزیّن کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دو نظام پائے جاتے ہیں ایک روحانی نظام ہے اور ایک مادی۔ اور ان دونوں نظاموں میں ایک شدید مشابہت پائی جاتی ہے جس طرح زمین کے رہنے والوں کو اپنے سروں پر ایک آسمان نظر آتا ہے اور اس میں ستاروں کا ایک نظام موجود ہے جو اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہے ہیں اور اس نظام کو بدلنے کی کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا اسی طرح روحانی نظام بھی اللہ تعالیٰ نے نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کیا ہؤا ہے اور جسمانی نظام کی طرح وہ بھی کئی طبقوں میں منقسم ہے اوپر کے طبقے تو محفوظ ہی ہیں اَلسَّمَآءَ الدُّنْیَا جس میں شرارت کا امکان ہوسکتا تھا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے بھی ہم نے ستاروں سے مزیّن کیا ہے اور اس کے ذریعہ اس آسمان کی حفاظت کی ہے۔ ستارے اور چاند جو اس مادی دنیا میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں یہ نہ تو گرتے ہیں اور نہ ان کے ذریعہ ایسی کوئی تباہی آتی ہے جو شیاطین کے لئے ہلاکت کا موجب ہوتی ہو۔ اس جگہ جن ستاروں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے خدا تعالیٰ کے نبی، مجدّد اور نیک بندے مراد ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے روحانی آسمان کی زینت ہے۔ یہ لوگ اس لئے کھڑے کئے جاتے ہیں کہ جب شیاطین اس روحانی نظام میں رخنہ ڈالیں تو وہ ان کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جائیں اور انہیں اپنی کوششوں میں ناکام کر دیں۔ آدمؑ سے لے کر اب تک کبھی بھی ظلمت کا کوئی دَور ایسا نہیں آیا جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے رُشد اور ہدایت کے لئے کوئی مأمور نہ آیا ہو۔

ایک معزز وکیل سے گفتگو

ابھی گزشتہ دنوں مَیں سندھ میں تھا کہ وہاں ایک وکیل مجھ سے ملنے کے لئے آئے، وہ پُرانے شاہی خاندان میں سے تھے۔ باتوں باتوں میں مَیں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مَیں نوے فیصدی خاکسار ہوں۔ مَیں نے کہا نوے فیصدی کس طرح؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ خاکساروں کی باتیں تو میں ٹھیک سمجھتا ہوں لیکن لیڈر پر مجھے بدظنی ہے اس لئے دس فیصدی کی گنجائش میں نے رکھ لی ہے۔ پھر مَیں نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ آدمؑ سے لے کر اب تک دنیا میں جب کبھی خرابی پیدا ہوتی رہی ہے کیا اس کا ازالہ کبھی کسی دُنیوی لیڈر نے کیا ہے؟ مَیں نے کہا آج ہر جگہ مسلمانوں کی حالت خراب ہے آپ ایک مثال ہی مجھے بتا دیں کہ دنیا میں کبھی ایسی خرابی پیدا ہوئی ہو اور اس کے دُور کرنے کے لئے کوئی انجمن قائم کی گئی ہو اور وہ کامیاب رہی ہو یا کسی خودساختہ لیڈر نے اس کو دُور کر دیا ہو۔ آخر ہزاروں سال کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، آپ بتائیں کہ مثلاً نوحؑ کے زمانہ میں خرابی پیدا ہوئی اور اُس وقت فلاں مجلس کی طرف سے فلاں لیڈر کھڑا کیا گیا اور اس نے اس خرابی کو دُور کر دیا۔ یا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خرابی پیدا ہوئی اور اسے فلاں فلاں دُنیوی لیڈر نے مٹا دیا۔ قرآن کریم جہاں بھی مثال دیتا ہے مأمور کی دیتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے ایک مأمور بھیجا اور اُس نے دنیا کی اصلاح کی۔ اگر اس کے خلاف کوئی مثال ہو تو آپ پیش کریں۔ کہنے لگے مثال تو کوئی نہیں، مَیں نے کہا لوگ خواہ کتنی ٹکریں ماریں جب بھی عالمگیر خرابی پیدا ہوگی اس کا مداوا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوگا۔ دنیا کی تدبیروں سے دنیا ٹھیک ہو سکتی ہے، حکومتیں بن سکتی ہیں، تعلیمی ترقی حاصل کی جا سکتی ہے، لیکن مذہب کی طرف منسوب کئے ہوئے غلط خیالات تبھی دُور ہو سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مأمور مبعوث ہو۔ علماء یہ کام نہیں کر سکتے وہ لوگوں کے مقابلہ سے ڈرتے ہیں ان میں یہ جرأت ہی نہیں ہوتی کہ وہ کسی ایک مسئلہ ہی کو منوا سکیں، کجا یہ کہ سر سے لے کر پیر تک خرابی واقع ہو چکی اور پھر یہ خیال کیا جائے کہ کوئی عالم یا صوفی یا گدّی نشین اس خرابی کو دُور کر دے گا۔ اب تک خدا تعالیٰ کا یہی طریق نظر آتا ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنی طرف سے کسی کو مبعوث کیا اور وہ دنیا کی راہنمائی اور ہدایت کا

موجب بنا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایسی عالمگیر خرابی کے زمانہ میں خدا ہر شخص کے کان میں آ کر کہے کہ تیرے اندر یہ یہ نقص پایا جاتا ہے۔ اس کا طریق یہی ہے کہ وہ ایک مأمور مبعوث فرماتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ کچھ لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر ان کی تبلیغ کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ اور آدمی اس سلسلہ میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ عمارت کا کوئی ایک حصہ خراب ہو تو اس کی مرمت کی جاسکتی ہے، لیکن جب چھت میں بھی نقص پیدا کر دیا جائے دیواروں میں بھی نقص پیدا کر دیا جائے، فرش میں بھی نقص پیدا کر دیا جائے، الماریوں میں بھی نقص پیدا کر دیا جائے، دروازوں میں بھی نقص پیدا کر دیا جائے تو اُس وقت اس کی اصلاح کسی ایسے شخص کے ذریعہ ہی کی جاسکتی ہے جو پورا انجینئر ہو۔

عالمگیر خرابی واقع ہونے پر خدائی سنّت

غرض قرآن کریم بار بار اس مضمون کو بیان فرماتا ہے کہ جب کبھی دنیا میں خرابی واقع ہوتی ہے آسمان سے ایک ستارہ گرتا ہے فرماتا ہے وَالنَّجْمِ اِذَاهَوٰی مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰی

ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں ایک ستارہ کو پیش کرتے ہیں جب وہ ستارہ گرے گا دنیا پر ثابت ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ضالّ ہیں نہ غاوِی اور نہ نَاطِقُ عَنِ الْھَوٰی ہیں بلکہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہے ہیں۔

پیشگوئیوں میں استعارات کا استعمال

قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے اور الہامی زبان میں نازل ہوئی ہے مگر مسلمانوں کو یہ ایک عجیب غلطی لگی ہوئی ہے کہ وہ الہامی باتوں کا ترجمہ اپنی زبانوں میں کرتے ہیں حالانکہ وہ باتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں یا موسیٰ علیہ السلام کہیں یا عیسیٰ علیہ السلام کہیں بہرحال جب بھی وہ آئندہ کے متعلق کوئی بات کہیں گے پیشگوئی ہی ہوگی اور پیشگوئی تمثیلی رنگ میں ہوا کرتی ہے دکھایا اَور شکل میں جاتا ہے اور ظاہر اَور شکل میں ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا میں انگوروں کا ایک خوشہ دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ ابوجہل

کے لئے ہے۔ آپ نے یہ رؤیا دیکھی تو گھبرا کر آپ کی آنکھ کھل گئی کہ ابوجہل کے لئے جنت سے انگوروں کا خوشہ آنے کے کیا معنے ہیں؟ مگر بعد میں جب اس کا بیٹا عکرمہؓ مسلمان ہو گیا تب اس خواب کی حقیقت آپ پر ظاہر ہوئی اور آپ نے فرمایا ابوجہل کے لئے جنت کے انگوروں کا خوشہ بھجوانے کی تعبیر یہ تھی کہ اس کا بیٹا مسلمان ہو جائے گا۔ آپ کو دکھایا گیا کہ آپ ایک مقام کی طرف ہجرت کریں گے جہاں کثرت سے کھجوروں کے درخت ہوں گے آپ کا ذہن نخلہ مقام کی طرف گیا کہ غالباً وہاں ہجرت مقدر ہے اسی لئے آپ طائف بھی تشریف لے گئے تھے مگر وہاں کے لوگوں نے آپ کی شدید مخالفت کی پتھروں سے آپ زخمی ہوئے اور کوئی شخص آپ کے دعویٰ پر غور کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ یا مثلاً ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں آپ نے کسریٰ شاہِ ایران کے کنگن دیکھے جس کی تعبیر یہ تھی کہ کسریٰ کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے والی ہے مگر دکھایا یہ گیا کہ کسریٰ کے کنگن ایک شخص نے پہنے ہوئے ہیں۔

اسی طرح آپ نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں خزائنُ الْاَرْض کی چابیاں دی گئی ہیں، مگر یہ چابیاں آپ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئیں۔

پھر آپ کو بتایا گیا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں میں سے سب سے پہلے لمبے ہاتھوں والی بیوی فوت ہوگی۔ آپ کی بیویوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے فوراً اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے کہ دیکھیں سب سے لمبے ہاتھ کس کے ہیں؟ انہیں معلوم ہوا کہ سب سے لمبے ہاتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہیں مگر جب وفات ہوئی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہوئی تب معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد ظاہری ہاتھوں کی لمبائی نہیں تھی بلکہ یہ سخاوت کی طرف اشارہ تھا۔ عربی محاورہ کے مطابق جب کسی کو لمبے ہاتھ والا کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ بہت بڑا سخی ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا چونکہ تمام بیویوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھیں اس لئے پیشگوئی کے مطابق سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔

علم تعبیر الرؤیا کے رو سے ثریّا کا مفہوم

اسی طرح جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ

تو ایمان کسی تھیلی کا نام نہیں تھا جو ثریّا سے لٹکی ہوئی ہو یا ثریا کوئی بنک کی والٹ (VAULT) نہیں تھا جس میں ایمان کو محفوظ رکھا جاتا تھا۔ بہرحال یہ ایک تمثیلی کلام تھا اور اس لفظ کا استعمال استعارہ کے رنگ میں ہؤا تھا پس ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر خواب میں کوئی ثریّا دیکھے تو اس کی کیا تعبیر ہؤا کرتی ہے۔ اس غرض کیلئے جب ہم تعطیر الانام کو دیکھتے ہیں جو الشیخ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور علم تعبیر الرؤیا کی نہایت معتبر اسلامی کتاب ہے تو اس میں ہمیں یہ لکھا ہؤا نظر آتا ہے کہ **ھِیَ فِی الْمَنَامِ رَجُلٌ حَازِمٌ فِی الْاُمُوْرِ** [۱۷] یعنی ثریا سے مراد ایسا آدمی ہوتا ہے جو اپنے تمام کام نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے والا ہو۔ اسی طرح ابن سیرین جو مشہور تابعی گزرے ہیں اپنی کتاب ''منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام'' میں لکھتے ہیں کہ **ھُوَرَجُلٌ حَازِمُ الرَّأْیِ یَرَی الْاُمُوْرَ فِی الْمُسْتَقْبِلِ** [۱۸] یعنی ثریّا سے مراد ایسا انسان ہوتا ہے جو نہایت پختہ اور صحیح رائے رکھنے والا ہو، اور آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والے واقعات کو بھی اپنی روحانی بصیرت سے دیکھ لیتا ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی افاضہ کے نتیجہ میں مسیح موعودؑ کا ظہور

ان معنوں کے لحاظ سے ثریّا سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اُن تمام فرائض کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے سُپرد کئے گئے تھے انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا اور ہمیشہ کامیابیوں اور کامرانیوں نے آپ کے قدم چومے۔ لیکن چونکہ آپ نے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا تھا اور زمانۂ نبوت سے بُعد کی وجہ سے لوگوں نے کئی قسم کی خرابیوں میں مبتلاء ہو جانا تھا جن کو دُور کرنے کے لئے کسی آسمانی راہنما کی ضرورت تھی اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اگر کسی وقت ایمان سمٹ کر ثریّا تک بھی چلا گیا یعنی دنیا میں گمراہی پھیل گئی اور ایمان صرف آپؐ کی ذات تک محدود رہ گیا تو اُس وقت پھر اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی افاضہ کے نتیجہ میں ایک ایسا انسان مبعوث فرمائے گا جو آپ سے فیض اور برکت پا کر ایمان دنیا میں قائم کر دے گا اور کفر کی تاریکیوں کو پھاڑ دے گا یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل شاگرد ہونے کی وجہ سے ثریّا قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس نے بھی ظلمت کو

دُور کرنا تھا اور اسلام کا نور دنیا میں پھیلانا تھا چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو **النّجم** کہا ہے جس کے معنے ثریّا کے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے ہیں کہ **اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ** [۱۹] میرے سب صحابہ نجوم کی مانند ہیں۔ پس اس حدیث نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ مسیح موعود بھی صحابہ میں سے ہو گا اور وہ بھی آپ کے شاگردوں اور غلاموں میں شامل ہوگا۔

تمام اہم امور کا فیصلہ آسمان پر ہوتا ہے

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطابق تمام بڑے اور اہم کام آسمان سے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی بڑا تغیر رونما ہونے والا ہوتا ہے تو اس کے متعلق پہلا فیصلہ آسمان پر ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کا زمین پر ظہور ہوتا ہے۔ حدیثوں میں صاف طور پر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کوئی بڑا کام کرنا ہوتا ہے تو پہلے وہ اپنے مقرب فرشتوں کو بتاتا ہے کہ میرا یہ ارادہ ہے۔ وہ فرشتے اپنے سے نچلے طبقہ کے فرشتوں کو اطلاع دیتے ہیں وہ اپنے سے نچلے طبقہ کے فرشتوں کو اطلاع دیتے ہیں یہاں تک کہ ہوتے ہوتے اُس کا دنیا میں ظہور شروع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ کے متعلق چاہتا ہے اُس کی مقبولیت کو دنیا میں پھیلا دیتا ہے [۲۰] غرض جتنے بڑے کام ہوتے ہیں سب آسمان پر ہوتے ہیں زمین پر نہیں ہوتے۔ صرف زمین پر تغیرات ہونے کا عقیدہ ان لوگوں کا ہے جو دہریہ ہیں ورنہ خدا تعالیٰ کے ماننے والے تو جانتے ہیں کہ ہر بات کا فیصلہ پہلے آسمان پر ہوتا ہے اور پھر اس کا زمین پر ظہور ہوتا ہے گویا اگر ہم تمثیلی زبان اختیار کریں اور دنیا کو ایک تھیٹر کا ہال سمجھ لیں تو ڈرامہ آسمان پر لکھا جاتا ہے اور کھیل دنیا کے پردہ پر کھیلا جاتا ہے جب تک آسمان پر کوئی ڈرامہ نہیں لکھا جاتا زمین پر وہ کھیل نہیں کھیلی جاتی۔

محمدؐ رسول اللہ اور مسیح موعودؑ بھی آسمان سے ہی نازل ہوئے ہیں

میں سمجھتا ہوں اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں کو غلطی لگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آنے والا مسیح آسمان سے اُترے گا [۲۱] اور قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ **وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَوٰی** ایک ستارہ آسمان سے اُترے

گا اور ظلمت کا قلع قمع کر دے گا۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے ہم بھی اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِس زمانہ میں جو اعتراضات ہوئے اُن کو دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آسمان سے مسیح موعودؑ کو بھیجا، کیونکہ وہ شخص جو دنیا میں اپنے ماں باپ کے گھر پیدا ہؤا وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا مسیح موعود نہیں تھا جب وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو خدا تعالیٰ نے اسے مسیح موعود بنا دیا اور تب وہ گویا آسمان سے نازل ہؤا۔ اسی طرح عرب کی سرزمین میں آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا محمدؐ تھا لیکن محمد رسول اللہ آسمان سے ہی آیا چنانچہ قرآن کریم اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ [۲۲]

یہ آیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتی اور آپ کے آسمان سے نازل ہونے کو ظاہر کرتی ہے اگر مسیح پیدا ہوتا تو ضروری تھا کہ اس کے ماں باپ بھی اپنے اندر مسیحی صفات رکھتے۔ اور اگر آمنہ کے گھر میں خاتم النّبیّن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوتا تو ضروری تھا کہ منصبِ رسالت سے تعلق رکھنے والے علوم آمنہ میں بھی پائے جاتے، انہوں نے اپنے بیٹے کا نام محمدؐ رکھا اور خدا تعالیٰ نے چالیس سال کے بعد اسی محمدؐ کو ایک دوسرا روحانی جُبّہ پہنا کر رسول اللہ اور خاتم النّبیّن بنا دیا اور اس طرح گویا اُن کو آسمان سے نازل فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد جو قادیان کے رہنے والے تھے اُن کی یہ حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ دنیا میں کوئی روحانی انقلاب پیدا کر سکتے۔ نہ مکہ یا ازہر کا کوئی عالم اتنے بڑے بگاڑ کے وقت یہ کام کر سکتا تھا یہ کام محض آسمان سے اُترنے والے کیا کرتے ہیں اور مسیح موعود زمین پر نہیں بنا بلکہ آسمان سے اُترا۔ ماں باپ نے آپ کا نام غلام احمد رکھا لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کا نام مسیح اور مہدی رکھا اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آسمان سے مسیح موعود نازل ہؤا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آسمان سے مہدی معہود اُترا۔

الطَّارِق اور النَّجْمُ الثَّاقِب میں مسیح موعود کی پیشگوئی

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی بیان

فرمایا ہے وہ فرماتا ہے وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔ وَمَآ اَدْرٰکَ مَاالطَّارِقُ۔ النَّجْمُ الثَّاقِبُ[۲۳]

یعنی ہم شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں رات کے آنے والے کو اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ رات کو آنیوالا کون ہے؟ وہ ایک چمکنے والا ستارہ ہے نجم کے معنے عام ستارہ کے بھی ہیں اور ثریا کے بھی ہیں پس اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک ظلمت اور تاریکی کا زمانہ اسلام پر آنے والا ہے۔ اُس وقت ایک رات کو آنے والا آئے گا اور لوگوں کے دروازہ پر دستک دے گا کہ میں تمہیں بچانے کے لئے آ گیا ہوں۔ اب دیکھو یہ دستک دینے والا کوئی آدمی ہی ہوگا ورنہ آسمانی ستارہ کو ہم طارق نہیں کہہ سکتے۔

پس اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ میں مہدی معہود کی خبر دی گئی ہے جس کا نور مومنوں کے لئے برکت اور زندگی کا موجب ہوگا اور اس کی چوٹ دشمنوں کے لئے مُہلک ہوگی۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ نجم ثاقب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہوگا گویا یہ الزام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگایا جاتا ہے کہ آپ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ضَالّ ہیں، غَاوِی ہیں نَاطِقُ عَنِ الْھَوٰی ہیں اس کو دُور کرنے کے لئے ایک ستارہ اُترے گا اور اس کا اُترنا ثبوت ہوگا اس بات کا کہ آپ ضالّ نہیں غَاوِیْ نہیں، نَاطِقُ عَنِ الْھَوٰی نہیں۔

صداقت معلوم کرنے کا ایک اہم اصول

یہ ثبوت کیونکر ہوگا، اس کے لئے ایک موٹی بات جو ہر شخص سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ کوئی جھوٹا آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو تعلیم مَیں پیش کر رہا ہوں اس میں جب کبھی رخنہ واقع ہوگا اُس وقت کوئی اور آدمی پیدا ہو جائے گا جو میرے کام کو سنبھال لے گا۔ یہ اتنی نمایاں بات ہے کہ عیسائی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی سختی سے اعتراضات کرنے کے عادی ہیں وہ بھی اس بات پر قائم ہیں کہ کسی نبی کی صداقت کی علامت ہی یہ ہوتی ہے کہ اس کی کسی اور نبی نے خبر دی ہو اور اس نے اپنے بعد کسی اور نبی کے ظہور کی پیشگوئی کی ہو۔

عیسائیوں کی دو غلطیاں

اب جہاں تک اس اصول کا تعلق ہے ان کی یہ بات تو سچی ہے مگر وہ اس بات کو پیش کرتے وقت دو غلطیاں کرتے

ہیں۔اوّل تو یہ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی آسمانی وجود کی خبر نہیں دی اور اس طرح یہ بات ان کی صداقت کو ردّ کر دیتی ہے حالانکہ قرآن کریم نے متواتر اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہی یہ ہے کہ جب بھی ان کے دین پر حملہ ہوگا آسمان سے ایک ستارہ گرے گا جو حملہ آور کو مٹا کر یہ ثابت کر دیگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضَالّ، غَاوِی اور نَاطِقُ عَنِ الْھَوٰی نہیں۔

دوسرے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پہلی کتب میں کوئی پیشگوئی نہیں پائی جاتی وہ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو مسیح علیہ السلام سے دس گنا پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں لیکن میں کہتا ہوں اگر انہی کی بات مان لی جائے کہ وہی شخص سچا ہوتا ہے جس کے ظہور کی پہلے کسی نے خبر دی ہو تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تم کیوں سچا سمجھتے ہو؟ وہ کہیں گے اس لئے کہ ملاکی نبی نے اس کے متعلق پیشگوئی کی۔ہم کہیں گے ملاکی کو تم کیوں سچا سمجھتے ہو؟ وہ کہیں گے اس لئے کہ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ہم کہیں گے داؤد علیہ السلام کو تم کیوں سچا سمجھتے ہوں؟ وہ کہیں گے اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ہم کہیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تم کیوں سچے سمجھتے ہو؟ وہ کہیں گے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ہم کہیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تم کیوں سچا سمجھتے ہو؟ وہ کہیں گے اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ہم کہیں گے کہ نوح علیہ السلام کو تم کیوں سچا سمجھتے ہو؟ وہ کہیں گے اس لئے کہ آدم علیہ السلام نے اس کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ہم کہیں گے کہ آدمؑ کو تم کیوں سچا سمجھتے ہو؟ آدمؑ کی تو کسی نے پیشگوئی نہیں کی اور جب اس اصول کے مطابق آدمؑ جھوٹا ہو گیا تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ نوح بھی جھوٹا ہو گیا، ابراہیم بھی جھوٹا ہو گیا، موسیٰ بھی جھوٹا ہو گیا، داؤد بھی جھوٹا ہو گیا، ملاکی بھی جھوٹا ہو گیا اور عیسیٰؑ بھی جھوٹا ہو گیا۔غرض اوپر چلو تب بھی عیسائیوں کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اور نیچے اُترو تب بھی عیسائیوں کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق وہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مسیح آخری منجی تھا جس نے اپنے بعد کسی اور کے ظہور کی خبر نہیں

دی۔

غرض غلطی سے انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی مجد دِدین اور مأمور کی خبر نہیں دی۔ لیکن اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ان کی بات درست ہے سوائے اس کے کہ جس سے سلسلہ نبوت کا آغاز ہوا اس کی کوئی اور خبر دے ہی نہیں سکتا اور جو قیامت کے قریب آئے گا وہ کسی بعد میں آنے والے کی خبر نہیں دے سکتا۔ لیکن بہرحال جب بھی کوئی مأمور آئے گا یہ یقینی بات ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی خرابی کو دُور کرے گا اس کے بعد اگر کسی اور زمانہ میں نئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو پھر دنیا کو ایک نئے مأمور کی ضرورت محسوس ہوگی اور یہ سلسلہ آدمؑ سے لے کر اِس وقت تک جاری رہا۔

تاریکی کے ہر دَور میں اسلام کے احیاء کی خبر

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ جب بھی اسلام پر تاریکی کا کوئی دَور آئے گا اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا آدمی کھڑا کیا جائے گا جو دوبارہ اسلام کو اپنی بنیادوں پر قائم کرے گا اور یہ ثبوت ہوگا اِس بات کا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضالّ نہیں کیونکہ کوئی ضالّ ہزار بارہ سَو سال کے بعد اپنے لئے ہمدرد پیدا نہیں کر سکتا اور کوئی شخص یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ کہہ سکے کہ جب بھی میرے مشن کو نقصان پہنچے گا خواہ کسی زمانہ میں پہنچے اور خواہ دنیا کے کسی علاقہ میں پہنچے اُس وقت آسمان سے ایک ایسا آدمی بھیجا جائے گا جو اس فتنہ کو دُور کر دیگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوُا ہے کہ:-

''موت کے بعد مَیں پھر تجھے حیات بخشوں گا'' [۲۴]

یعنی جب کبھی آپ کے مشن کو کوئی نقصان پہنچنے والا ہوگا خدا تعالیٰ اُس کی زندگی کے پھر سامان پیدا کر دے گا۔

آئندہ زمانوں میں پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا فائدہ

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ پیشگوئی اتنے عرصے کے بعد پوری بھی ہوئی تو اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ملا؟ میں

ایسے نادانوں سے کہتا ہوں کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مکہ کے لئے تھے؟ کیا اس زمانہ کے لوگ آپ کی امت میں شامل نہیں تھے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ نبی ہیں اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی پیشگوئیاں ہر زمانہ میں پوری ہوتیں تا کہ ہر زمانہ کے لوگ اپنے ایمانوں کو تازہ کر سکتے اور انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک زندہ اور تازہ ایمان میسّر آتا۔ پس یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے کیا ملا۔ محض نادانی ہے اس پیشگوئی نے پورا ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو روشن کر دیا اب اگر کوئی یہودی اور عیسائی آپ پر اعتراض کرتا ہے تو ہم ان پیشگوئیوں کو اس کے سامنے رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو! یہ وہ پیشگوئیاں تھیں جن کے مطابق اِس زمانہ میں ایک شخص مبعوث ہؤا اور اُس نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت اور اس کی اشاعت کے لئے مبعوث ہؤا ہوں اب اگر کوئی اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو وہ میرے سامنے آئے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص کا عین وقت پر اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو منجدھار سے نکالنے کے لئے آ جانا اس بات کا ثبوت نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول تھے، یقیناً کوئی جھوٹا آدمی اس قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

سابق الہامی کتب کی پیشگوئیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہیں

قرآن کریم نے بھی اس دلیل کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تُو موسیٰ کے وقت میں تھا کہ تُو نے جھوٹے طور پر اپنے متعلق تورات میں بشارت لکھوا دی؟ یا تُو عیسیٰؑ کے وقت میں تھا کہ تُو نے ان سے کہہ کر اپنے متعلق انجیل میں پیشگوئیاں درج کروالیں؟ ان پیشگوئیوں کا پہلی الہامی کتب میں پایا جانا اور پھر ان پیشگوئیوں کے عین مطابق ایک شخص کا دنیا میں ظاہر ہونا بتاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دوسرے تمام انبیاء آپ کے مُصَدِّق تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتب میں آپ کے متعلق پیشگوئیاں کی تھیں۔

شدیدُ القویٰ ہستی کی طرف سے قرآن کریم کا نزول

دوسری بات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک واضح اور روشن دلیل ہے وہ یہ ہے کہ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن ملا ہے وہ ایک زبردست طاقتوں والے خدا کی طرف سے ملا ہے یہ سیدھی بات ہے کہ پیغام کی اہمیت کا تعلق پیغام بھجوانے والے کے ساتھ ہوتا ہے اگر پیغام بھجوانے والا کمزور ہو تو وہ اپنے پیغامبر کی حفاظت نہیں کر سکے گا اور اگر پیغام بھجوانے والا طاقتور ہو تو اس کے پیغامبر کو کوئی شخص چھیڑنے کی طاقت نہیں رکھے گا۔ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس ہستی نے قرآن کریم دے کر بھیجا ہے وہ ایک طاقتور ہستی ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

ایک روسی بادشاہ کا واقعہ

ٹالسٹائے روس کا ایک مشہور مصنّف گزرا ہے جو لینن اور مارکس وغیرہ کے بعد اُن چوٹی کے لوگوں میں سے تھا جنہوں نے بالشویزم کی اشاعت میں سب سے بڑا حصہ لیا ہے۔ اب بھی دنیا کی اکثر زبانوں میں اس کی تصانیف کے تراجم پائے جاتے ہیں۔ اس شخص کا ایک دادا سات آٹھ پُشت پہلے پیٹر بادشاہ کے زمانہ میں اس کا دربان ہؤا کرتا تھا ایک دن بادشاہ کو کوئی ضروری کام تھا اور وہ اپنی قوم کی بہتری کے لئے کوئی سکیم سوچ رہا تھا۔ اس نے ٹالسٹائے کو حکم دیا کہ آج کسی شخص کو اندر آنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ اگر کوئی شخص اندر آئے گا تو میرا دماغ مشوش[۲۵] ہو جائے گا اور میں سکیم کو پوری طرح تیار نہیں کر سکوں گا۔ وہ ٹالسٹائے کو تاکید کر کے اپنے کمرہ میں آ گیا مگر بدقسمتی سے اُسی وقت ایک شہزادہ آیا اور اس نے اندر داخل ہونا چاہا۔ ٹالسٹائے نے اپنے ہاتھ اس کے دروازہ کے آگے پھیلا دیئے اور کہا آپ اندر نہیں جا سکتے بادشاہ کا حکم ہے کہ کسی شخص کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ اُس وقت تک روس کا قانون ابھی منظّم نہیں ہؤا تھا اور لارڈوں، نوابوں اور شاہی خاندان والوں کے بڑے حقوق سمجھے جاتے تھے اس دستور کے مطابق شہزادہ کو قلعہ کے اندر داخل ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا بلکہ اُن سے اُتر کر بعض اور لوگوں کے لئے

بھی یہی دستور تھا۔ جب دربان نے شہزادہ کو روکا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ مَیں کون ہوں؟ اس نے کہا میں خوب جانتا ہوں آپ فلاں گرینڈ ڈیوک ہیں۔ اس نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ مجھ کو ہر وقت اندر جانے کی اجازت ہے؟ دربان نے جواب دیا میں خوب جانتا ہوں۔ یہ سن کر وہ پھر آگے بڑھا اور اندر داخل ہونے لگا۔ دربان نے پھر اُسے روکا اور کہا حضور بادشاہ سلامت کا حکم ہے کہ آج کسی شخص کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ اُسے سخت غصّہ آیا اس نے کوڑا اُٹھایا اور دربان کو مارنا شروع کیا کچھ دیر مارنے کے بعد اس نے سمجھا کہ اب اسے ہوش آ گیا ہو گا وہ پھر اندر داخل ہونے لگا مگر ٹالسٹائے پھر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا حضور بادشاہ کا حکم ہے کہ کوئی شخص اندر داخل نہ ہو۔ شہزادہ نے پھر اسے مارنا شروع کر دیا وہ سر جُھکا کر مار کھاتا رہا مگر جب تیسری دفعہ شہزادہ اندر داخل ہونے لگا تو پھر اس نے ہاتھ پھیلا دیئے اور کہا اندر جانے کی اجازت نہیں بادشاہ نے منع کیا ہوا ہے۔ شہزادہ نے پھر اسے مارنا شروع کر دیا اتفاق کی بات ہے کہ جب پہلی دفعہ شہزادہ نے دربان کو مارا تو شور کی آواز بادشاہ کے کان تک پہنچ گئی اور اُس نے بالا خانہ کی کھڑکی سے یہ نظارہ دیکھنا شروع کر دیا۔ جب تیسری دفعہ شہزادہ اُسے مار رہا تھا تو بادشاہ نے اُسے آواز دی کہ ٹالسٹائے اِدھر آؤ۔ ٹالسٹائے اندر گیا اور اُس کے ساتھ شہزادہ بھی بڑے غصّے کی حالت میں بادشاہ کے پاس پہنچا اور اُس نے کہا آج دربان نے میری سخت ہتک کی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا ہوا؟ شہزادہ نے کہا میں اندر آنا چاہتا تھا مگر ٹالسٹائے مجھے اندر نہیں آنے دیتا تھا۔ بادشاہ نے ایسی شکل بنا کر کہ گویا اس واقعہ کا اسے کوئی علم نہیں کہا ٹالسٹائے! تم نے شہزادے کو اندر داخل ہونے سے کیوں روکا؟ اس نے کہا حضور آپ کا حکم تھا کہ آج کسی شخص کو اندر داخل نہ ہونے دیا جائے۔ بادشاہ نے شہزادے کی طرف دیکھا اور کہا کیا اس نے تم کو بتایا تھا کہ مَیں نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی شخص کو اندر نہ آنے دیا جائے؟ اس نے کہا بتایا تو تھا مگر شہزادہ کو کوئی دربان روک نہیں سکتا۔ بادشاہ نے کہا مَیں جانتا ہوں کہ شہزادہ کو کوئی روک نہیں سکتا مگر بادشاہ روک سکتا ہے۔ تم نے شہزادہ ہو کر قانون کی بے حُرمتی کی ہے اور اس نے دربان ہو کر قانون کی عظمت کو سمجھا ہے۔ اور پھر باوجود اس کے کہ اس نے تمہیں بتا دیا تھا کہ یہ میرا حکم ہے پھر بھی تم نے اسے مارا اب اس کی سزا یہ ہے

کہ تم اس دربان کے ہاتھوں اسی طرح مار کھاؤ جس طرح تم نے اسے مارا ہے۔ اس کے بعد اُس نے ٹالسٹائے کو کہا ٹالسٹائے! اُٹھو اور اِس شہزادے کو مارو۔ روسی قانون کے مطابق کسی فوجی کو کوئی غیر فوجی نہیں مار سکتا۔ شہزادہ نے کہا میں فوجی ہوں اور یہ ٹالسٹائے سویلین ہے یہ مجھے مار نہیں سکتا۔ بادشاہ نے کہا کیپٹن ٹالسٹائے! مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ تم شہزادہ کو مارو۔ اُس نے مارنے کے لئے کوڑا اُٹھایا تو شہزادہ نے کہا مَیں زارِ روس کا جرنیل ہوں اور جرنیل کو کوئی غیر جرنیل نہیں مار سکتا۔ بادشاہ نے کہا جنرل ٹالسٹائے! مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم شہزادہ کو مارو۔ اس پر شہزادہ نے پھر روسی کانسٹی ٹیوشن کا حوالہ دے کر کہا کہ کسی نواب کو کوئی غیر نواب نہیں مار سکتا۔ بادشاہ نے کہا اچھا کاؤنٹ ٹالسٹائے! اُٹھو اور شہزادہ کو مارو۔ گویا دربان سے اُسی وقت اُس نے اُسے کاؤنٹ بنا دیا اور شہزادہ کو اس کے ہاتھوں سے سزا دلوائی۔

کفار کو انتباہ

اسی طرح فرماتا ہے عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردست طاقتیں رکھنے والے خدا نے مبعوث فرمایا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ یہ ایک غریب انسان ہے، تم سمجھتے ہو کہ یہ ایک بیوہ کا بیٹا ہے، اگر تم نے اس کے پیغام پر کان نہ دھرا تو کیا ہوگا۔ جس کا خط لے کر یہ تمہاری طرف آیا ہے، جس کے پیغام کا حامل بنا کر یہ تمہاری طرف مبعوث کیا گیا ہے وہ شَدِیْدُ الْقُوٰی ہے تم نے اسے ہاتھ لگایا تو تم شدید سزا پاؤ گے چنانچہ دیکھ لو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیڑنے والوں کو کیسا عذاب ملا اور وہ کتنی عبرت ناک حالت کو پہنچے۔

کسریٰ شاہِ ایران کا عبرت ناک انجام

یہودی مسلمانوں کے ہمیشہ ہی ممنونِ احسان رہے ہیں مگر وہ مسلمانوں کے ممنونِ احسان بھی رہے اور پھر دشمنی بھی کرتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بڑے بڑے احسانات کئے تھے مگر انہوں نے ہمیشہ آپ کی مخالفت کی اور بیرونی حکومتوں کو آپ کے خلاف اُکسانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ جب ان کے تاجر ایران جاتے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہمیشہ کسریٰ کے کان بھرتے۔ اسی طرح خطوں میں بھی اسے لکھتے رہتے کہ عرب میں ایک ایسا ایسا آدمی طاقت پکڑتا جاتا ہے اگر اس کی حکومت

قائم ہوگئی تو وہ ایران پر حملہ کر دے گا۔ بادشاہ کم عقل تھا وہ یہودیوں کے اس فریب میں آ گیا اور اس نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ عرب میں جو نیا مدعی نبوت پیدا ہوا ہے تم اُسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ یمن کے گورنر نے دو آدمی بھجوائے۔ اُس وقت ایران کی طاقت ویسی ہی تھی جیسے اس وقت امریکہ اور روس کی ہے اور عرب والوں کی حالت ایسی تھی جیسے سرحدی قبائل کی ہے۔ گورنر یمن نے اپنے سپاہیوں کو بھیجتے ہوئے ان کے ذریعہ آپ کو یہ پیغام بھجوایا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ آپ کا قصور کیا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ آپ چلے آئیں میں آپ کی سفارش کر کے شاہِ ایران کے پاس بھجوا دونگا کہ اگر اس شخص کا کوئی قصور بھی ہے تو اسے معاف کر دیا جائے۔ وہ دونوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں گورنر یمن نے آپ کو اپنے ساتھ لانے کے لئے بھیجا ہے اور یہ یہ پیغام بھی دیا ہے۔ اگر آپ نے انکار کیا تو بادشاہ کی فوجیں عرب پر دھاوا بول دیں گی اور تمام ملک ایک مصیبت میں مبتلاء ہو جائے گا اس لئے مناسب یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں، گورنر یمن نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی سفارش کر دیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کا جواب تمہیں پھر دونگا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی شروع کی کہ وہ اس معاملہ میں آپ کی مدد فرمائے دوسرے دن جب وہ ملے تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن اور ٹھہر جاؤ۔ جب تیسرا دن ہوا تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آج ہمیں آئے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں آپ ساتھ چلئے ایسا نہ ہو کہ یہ معاملہ بگڑ جائے اور تمام عرب پر مصیبت آ جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو! اپنے گورنر سے جا کر کہہ دو کہ میرے خدا نے آج رات تمہارے خداوند کو مار دیا ہے۔ ایرانی لوگ اپنے بادشاہ کو خداوند کہا کرتے تھے انہوں نے کہا آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ اپنے آپ پر اور اپنی قوم پر رحم کیجئے اور ہمارے ساتھ چلئے۔ آپ نے فرمایا مَیں نے تمہیں جواب تو دے دیا ہے جاؤ اور گورنرِ یمن کو یہی بات کہہ دو۔ وہ واپس آ گئے اور انہوں نے یمن کے گورنر سے یہ بات کہہ دی۔ اُس نے سن کر کہا کہ یا تو یہ شخص پاگل ہے اور یا واقعہ میں خدا تعالیٰ کا نبی ہے ہم چند دن انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا اِس کی بات سچی ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان نشان

تھوڑے دنوں کے بعد یمن کی بندرگاہ پر ایران کا ایک جہاز لنگر انداز ہؤا اور اس میں سے ایک سفیر اُترا جو یمن کے گورنر کے نام ایک شاہی خط لایا۔ یمن کے گورنر نے اسے دیکھا تو اس پر ایک نئے بادشاہ کی مُہر تھی اُس نے خط اپنے ہاتھ میں لیتے ہی درباریوں سے کہا وہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے جو اس عرب نے کہی تھی۔ اس نے خط کھولا تو وہ کسریٰ کے بیٹے کا تھا اور اس میں یہ لکھا تھا کہ ہمارا باپ نہایت ظالم اور سفّاک انسان تھا اور اس نے تمام ملک میں ایک تباہی مچا رکھی تھی ہم نے فلاں رات اسے مار دیا ہے اور اب ہم خود اس کی جگہ تخت پر بیٹھ گئے ہیں اب تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی مملکت کے لوگوں سے ہماری اطاعت کا اقرار لو، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہؤا کہ انہی سفّاکیوں میں سے جو ہمارے باپ نے کیں ایک یہ بھی سفّاکی تھی کہ اس نے عرب کے ایک شخص کے متعلق لکھا تھا کہ اسے گرفتار کر کے ہمارے پاس بھجوا دیا جائے ہم اِس حکم کو منسوخ کرتے ہیں۔

یہی حقیقت عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی میں بیان کی گئی ہے کہ ایک طاقتور ہستی اس کی نگران ہوگی اور اس کو چھیڑنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت سے مواقع ایسے آئے ہیں جنہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو چھیڑنا خدا تعالیٰ کو چھیڑنا تھا۔

اصلاحِ خلق کے لئے ایک کامل انسان کی پیدائش

پھر فرماتا ہے ذُوْ مِرَّةٍ وہ طاقتور ہی نہیں بلکہ مِرَّة والا ہے ذُوْ مِرَّةٍ کے اصل معنے پیدائش کی طاقت بلکہ بہت بڑی طاقت رکھنے والے کے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ بار بار پیدائش کی طاقت کا ظہور اس سے ہوتا رہتا ہے گویا بتایا کہ وہ شَدِیْدُ الْقُوٰی ہی نہیں بلکہ اس میں اعلیٰ درجہ کی کامل پیدائش کی طاقت بھی موجود ہے فَاسْتَوٰی پھر اس طاقتور خدا اور اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق پیدا کرنے والے خدا نے ارادہ کیا کہ مَیں دنیا میں اپنی مخلوق پر ظاہر ہوں وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی اور وہ خدا بہت اونچا تھا اور بنی نوع انسان زمین پر رینگ رہے تھے اور ہر قسم کی کمزوریاں اور گناہ ان میں پائے جاتے تھے بائیبل میں بھی لکھا ہے۔

''اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا بُرے ہی ہوتے ہیں تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا

کرنے سے ملول ہؤا اور دل میں غم کیا اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے مَیں نے پیدا کیا روئے زمین سے مٹا ڈالوں گا انسان سے لے کر حیوان اور رینگنے والے جانداروں اور ہوا کے پرندوں تک کیونکہ مَیں ان کے بنانے سے ملول ہوں‘‘۔[۲۶]

غرض خدا آسمان پر بیٹھا ہؤا تھا اس نے جب بنی نوع انسان کی خرابی دیکھی تو چاہا کہ میں ایک نئی مخلوق پیدا کروں کیونکہ وہ ذُوْمِـرَّۃٍ تھا وہ چاہتا تھا کہ ایک کامل اور اکمل انسان کو پیدا کرے جو لوگوں کو گمراہی سے بچا کر نور و ہدایت کی طرف لائے یہاں آ کر خدا تعالیٰ نے درمیان میں سے اس مضمون کو حذف کر دیا ہے کہ اس ارادہ کے مطابق اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چُنا اور چن کر کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو اس قابل ہے کہ میں اُسے برکت دوں اور اُسے دنیا کے لئے ایک نمونہ بناؤں۔

محمد رسول اللہ کا خدا تعالیٰ کی طرف صعود

اس کے بعد فرماتا ہے دَنَا جب خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا اور انہیں آواز دی کہ اے محمد رسول اللہ! تُو میرے پاس آ کہ مَیں نے تجھے دنیا کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے چُن لیا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچا ہونا شروع کیا۔ یہاں مینار کا لفظ استعمال نہیں ہؤا مگر تمثیلی زبان میں ایک مینار کا ہی ذکر کیا گیا ہے کیونکہ پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ وَھُوَ بِالْاُ فُقِ الْاَعْلٰی خدا تعالیٰ اوپر بیٹھا ہؤا ہے اور وہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتا ہے اور انہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف صعود شروع کیا دَنٰــی کے معنی یہی ہیں کہ وہ قریب ہوتے گئے یعنی خدا سے ملنے کے لئے اوپر ہوتے گئے گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ محمدیؐ سے اوپر چڑھنے شروع ہوئے اور آخر آپ عرش تک جا پہنچے (چنانچہ معراج میں ایسا ہی ہؤا)۔

خدا تعالیٰ کا بنی نوع انسان کی نجات کے لئے آسمان سے نزول

مگر سوال یہ ہے کہ ان میں تو طاقت تھی کہ وہ خدا تعالیٰ تک پہنچ جائیں ہر شخص تو اتنا اونچا نہیں جا سکتا۔ بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخلاص اور محبت اور فدائیت کے لحاظ سے اپنے اندر یہ استعداد رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے

قُرب کو حاصل کر سکیں لیکن وہ لوگ جن کی اصلاح کے لئے آپ مقرر ہوئے تھے ان میں سے ہر شخص میں تو یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ اتنا اونچا جا سکتا ان لوگوں کے لئے ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ نیچے کی طرف نزول کرتا۔ چنانچہ فرماتا ہے فَتَدَلّٰی۔ تَدَلّٰی کے معنے ہیں اوپر کی چیز نیچے آ گئی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اوپر چڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ چڑھتے چڑھتے آپ نے اپنے مقصود کو پالیا مگر جب آپ نے اوپر چڑھنا شروع کیا تو خدا تعالیٰ نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آ گئے باقی لوگ نہیں آ سکتے تب خدا تعالیٰ خود کچھ نیچے آیا تا کہ کمزور مخلوق کی نجات کی بھی صورت بنے اور اُس نے ایک زاویہ بنا دیا جہاں ہر انسان بشرطیکہ وہ اپنی استعدادوں سے کام لے پہنچ سکتا اور خدا تعالیٰ کے قُرب کو حاصل کر سکتا ہے۔

مغفرت اور قُربِ الٰہی کے ذرائع

یہ مضمون ایک لمبی تشریح کا حامل ہے مگر اِس وقت میں صرف ایک دو باتیں اَور بیان کر دیتا ہوں جن سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کس طرح بنی نوع انسان کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ جو اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ہے ان سے ملنے کے لئے نیچے آیا اور اُس نے اپنے قُرب کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔ واقعہ معراج کے متعلق جو احادیث پائی جاتی ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں بنی نوع انسان کیلئے مقرر فرمائی تھیں لیکن پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ان کو کم کرتے کرتے اُمّتِ محمدیہ کے لئے صرف پانچ نمازیں مقرر فرمائیں مگر ساتھ ہی فرمایا کہ گو نمازیں پانچ ہی ہونگی مگر ان کو شمار پچاس کیا جائے گا یعنی ایک شخص پڑھے گا تو پانچ نمازیں مگر خدا تعالیٰ کے دربار میں اس کی پچاس نمازیں لکھی جائیں گی۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک نیکی کے بدلہ میں انسان کو دس گنا اجر دیا جاتا ہے اور بدی یا تو معاف کر دی جاتی ہے اور یا اس کے اعمال نامہ میں صرف ایک بدی ہی لکھی جاتی ہے۔ یہ طریق ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے اوپر چڑھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے بندہ ایک نیکی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کی دس نیکیاں لکھتا ہے اور پھر قیامت کے دن اُن دسوں کو ایک ایک سمجھ کر پھر دس دس بنا دیتا ہے اور بندہ ایک بدی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ صرف ایک ہی بدی لکھتا ہے اور بعض دفعہ تو ایک بھی نہیں لکھتا تو بہ پر اُس کو معاف فرما دیتا ہے۔

روحانی ارتقاء کے غیر معمولی سامان

غرض دَنَا فَتَدَلّٰی میں وہ طریق بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعہ انسانی ارواح نے ارتقاء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قُرب کو حاصل کرنا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بغیر اس گُر کے بھی خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کر سکتے تھے بغیر اس کے کہ آپ کی ایک نیکی کو دس گنا شمار کیا جاتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ قابلیت موجود تھی کہ آپ خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتے اور اس کے قُرب کو حاصل کر لیتے مگر تمام لوگوں میں یہ قابلیت موجود نہیں تھی ان کے لئے خدا تعالیٰ نے عرش سے نیچے اُترنا گوارا کیا اور اس نے ان کی چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو بڑھانا شروع کیا تا کہ اس ذریعہ سے ان کی کمی پوری ہو جائے اور وہ روحانی دَوڑ میں پیچھے نہ رہ جائیں اور یہ فضیلت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے جس میں روحانی ارتقاء کے لئے ہر قسم کی سہولتیں رکھی گئی ہیں اور ترقیات کا دروازہ تمام بنی نوع انسان کے لئے یکساں کھولا گیا ہے۔

خدائی کمان کا محمد رسول اللہ کی کمان سے اتّصال

فرماتا ہے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی جب یہ حالت ہوئی اور خدا تعالیٰ نیچے آیا تو نتیجہ یہ ہؤا کہ دو قوسیں آپس میں متوازی ہو گئیں اور اونچائی نیچائی کے لحاظ سے بھی اور نشانہ کی سیدھ کے لحاظ سے بھی کہ جِدھر ایک تیر چلتا تھا اُسی طرف دوسرا تیر پڑتا تھا۔ یا یوں سمجھ لو کہ ایک کمان زمین سے اوپر جانی شروع ہوئی اور ایک کمان اوپر سے نیچے آنی شروع ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی کمان اوپر سے نیچے اُتری اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان نیچے سے اوپر گئی چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں جو انقلاب پیدا کیا جانا مقدر تھا وہ ایسا تھا جس میں شیطان کا شکست کھانا یقینی تھا اس لئے لازمی تھا کہ آپ کے ظہور پر شیطان کا لشکر اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اسی حملہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم اپنی کمان لے کر اوپر آؤ ہم اپنی کمان لے کر نیچے اُترتے ہیں۔ یہ ایک روحانی استعارہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اُوپر چڑھنی شروع ہوئیں اور خدا تعالیٰ کی قبولیت نیچے اُترنی شروع ہوئی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اور ایسی بن گئیں جیسے دو کمانوں کو ساتھ ساتھ ملا دیا جائے یا دو کمانیں آپس میں جوڑ دی

جائیں تو جو کیفیت ان کی ہوتی ہے وہی کیفیت اس اتحاد کی تھی اَوْ اَدْنٰی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ دو کمانیں رہی ہی نہیں ایک بن گئیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کا خدا تعالیٰ کی کمان کے ساتھ ایسا اتحاد ہوُا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمان کوئی الگ نہیں رہی وہ وہی تھی جو خدا تعالیٰ کی تھی گویا آسمان اور زمین کا مقصد ایک ہو گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اتباع نے ارادے چھوڑ کر خدا کے ارادے قبول کر لئے اور خدا نے اپنے ارادے چھوڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اتباع کے ارادے قبول کر لئے۔

تمہارے ارادے خدا تعالیٰ کے ارادوں کے تابع ہونے چاہئیں

اِسی نکتہ کو اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ یوں بیان فرماتا ہے کہ وَمَاتَشَآءُ وْنَ اِلَّآاَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْماً حَکِیْمًا [۲۷]

یعنی اے مسلمانو! آج سے تم یہ عہد کر لو کہ تمہارے دل میں کوئی خواہش پیدا نہ ہو جب تک کہ تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی بھی وہی خواہش ہے۔ گویا تمہارا ارادہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے اور تمہاری خواہش خدا تعالیٰ کی خواہش سے مل جائے اور کسی امر میں بھی تمہاری نفسانیت کا کوئی دخل نہ رہے۔ چنانچہ دیکھ لو ہجرت کے موقع پر صحابہؓ نے بڑا زور لگایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ سے مدینہ تشریف لے چلیں مگر باوجود اِس کے کہ اس وقت سب سے زیادہ خطرناک مقام مکہ تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی ہجرت کا حکم نہیں ہوُا گویا جو کچھ خدا تعالیٰ کی مشیّت تھی اُس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلے گئے۔ پس جو کچھ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں مضمون بیان کیا گیا ہے وہی مضمون وَمَاتَشَآءُ وْنَ اِلَّآاَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ میں بیان کیا گیا ہے خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے دیا کہ تم اپنی کمان پھینک دو اور میری کمان لے لو مَیں بھی اپنی کمان پھینکتا ہوں اور تمہاری کمان اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہوں۔

محمد رسول اللہ کے دشمن آسمانی تیروں کی زد میں

ایک اور جگہ بھی قرآن کریم میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَارَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی [۲۸]

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب تُو نے اپنی کمان سے تیر چھوڑا تو ہم سچ کہتے ہیں کہ وہ تیر تیری کمان نے نہیں چھوڑا بلکہ وہ تِیر ہماری کمان نے چھوڑا مَا رَمَیْتَ تُو نے تِیر نہیں چلایا اِذْ رَمَیْتَ جب تُو نے تیر چلایا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی بلکہ وہ تِیر خدا تعالیٰ نے چلایا گویا اگر ہم غور کریں تو نقشہ یوں بن گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی کمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی اور فرمایا اب جو بھی تیرے سامنے آئے گا اس پر زمینی تِیر ہی نہیں چلے گا بلکہ آسمانی تِیر بھی چلے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور بے لَوث حیات

عملی طور پر بھی دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی میں آپ کے ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں دشمن تھے حکومتیں آپ کے خلاف تھیں، عرب کے آزاد قبائل آپ سے برسرِ پیکار تھے، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں بھی آپ سے نبرد آزما تھیں یہودی الگ فتنہ برپا کئے ہوئے تھے اور منافقین، اسلام کو مٹانے کے لئے علیحدہ سازش میں مصروف تھے مگر اتنی شدید مخالفتوں کے باوجود ایک مثال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسی نہیں ملتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص پر تِیر چلایا ہو جس پر خدا تعالیٰ نے تِیر نہ چلایا ہو۔ اسی طرح آپ کی زندگی کا گہرا مطالعہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ آپ نے کبھی کسی ایسے شخص پر تِیر نہیں چلایا جو مُجرم نہ ہو۔ حکومتیں کئی بے قصوروں کو مار ڈالتی ہیں، کئی ایسے لوگوں کو بھی ان کے ہاتھوں نقصان پہنچ جاتا ہے جو بے گناہ ہوتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جو ایک کھلی کتاب کے طور پر تھی اس میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آتی کہ آپ کا تِیر ایسے طور پر چلا ہو کہ کوئی بے گناہ اس کا شکار ہؤا ہو۔ صحابہ کرامؓ سے بعض دفعہ ایسی غلطیاں ہوئی ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی اس کا علم ہؤا آپ نے ان پر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت اسامہؓ پر ناراضگی

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کو نہایت عزیز تھے ان کے باپ کو آپ نے اپنا بیٹا بنایا ہؤا تھا ایک غزوہ میں حضرت اسامہؓ شریک تھے کہ ایک مخالف کے تعاقب میں انہوں نے اپنا گھوڑا ڈال دیا جب اُس نے دیکھا کہ

اب میں قابو آ گیا ہوں تو اس نے کہا لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں مگر حضرت اسامہؓ نے اُس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اُسے قتل کر دیا۔ بعد میں کسی شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی، آپ حضرت اسامہؓ پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تُو نے کیوں مارا جب کہ وہ اسلام کا اقرار کر چکا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے کہا وہ جھوٹا اور دھوکے باز تھا وہ دل سے ایمان نہیں لایا صرف ڈر کے مارے اُس نے اسلام کا اقرار کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کیا تُو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا کہ وہ سچے دل سے اسلام کا اظہار نہیں کر رہا تھا؟ یعنی جب وہ کہہ رہا تھا کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں تو تمہارا کوئی حق نہیں تھا کہ تم یہ کہتے کہ تم مسلمان نہیں۔ اسامہ بن زیدؓ نے اپنی بات پر پھر اصرار کیا اور کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وہ تو یونہی باتیں بنا رہا تھا ورنہ اسلام اس کے دل میں کہاں داخل ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسامہ! تم قیامت کے دن کیا جواب دو گے جب اس کا لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمہارے سامنے پیش کیا جائے گا اور تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ اسامہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ناراضگی کو دیکھ کر اُس دن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! میں اس سے پہلے کافر ہی ہوتا اور آج مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملتی تا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے فعل کی وجہ سے اتنا دُکھ نہ پہنچتا۔ [۲۹]

حضرت خالد بن ولید کے ایک فعل سے اظہارِ براءت

اسی طرح ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا اس زمانہ میں کفار عام طور پر مسلمانوں کو صابی کہا کرتے تھے جیسے آجکل ہمیں مرزائی یا قادیانی کہا جاتا ہے یہ دراصل جہلاء کی ایک غلطی ہے جس میں بعض لکھے پڑھے بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا نام اس کے ماں باپ نے عبدالرحمٰن رکھا ہے تو اسے عبدالشیطان کہنے سے نہ وہ عبدالشیطان بن جائے گا اور نہ عبدالشیطان کہنا کوئی شرافت ہوگی۔ اسی طرح صحیح طریقہ تو یہی ہے کہ اگر کوئی اپنے آپ کو حنفی کہتا ہے تو اُسے حنفی کہو، شیعہ کہتا ہے تو شیعہ کہو، سنّی کہتا ہے تو سنّی کہو، مگر جس طرح لوگ ہمیں مرزائی یا

قادیانی کہتے ہیں یا مشرقی پنجاب میں سکھ ہماری جماعت کے ہر شخص کو مولوی کہتے تھے گو وہ ایک لفظ بھی عربی کا نہ جانتا ہو اسی طرح اُس زمانہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو صابی کہا جاتا تھا اور چونکہ عوام الناس میں یہی نام رائج تھا اس لئے جب خالد بن ولید نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے بجائے یہ کہنے کے کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں کہہ دیا کہ صبانا، صبانا ہم صابی ہوتے ہیں ہم صابی ہوتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید نے ان الفاظ کی کوئی پرواہ نہ کی اور اُن میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قیدی بنا لیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دیئے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ اے خدا! مَیں اُس فعل سے اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جس کا ارتکاب خالد نے کیا ہے اور آپ نے یہ فقرہ دو دفعہ دُہرایا۔[۳۰]

آسمانی اور زمینی تیر ایک نشانہ پر

ان مثالوں سے پتہ لگتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی غیر مُجرم پر تیر نہیں چلایا جہاں خدا تعالیٰ کا تیر چلا وہیں آپ کا بھی تیر چلا اور جہاں آپ کا تیر چلا وہیں خدا تعالیٰ نے بھی تیر چلایا، اسی طرح آپ کی زندگی میں کوئی ایک بھی مثال ایسی نظر نہیں آتی، جہاں آپ نے تیر چلانا مناسب سمجھا ہو اور خدا تعالیٰ نے تیر نہ چلایا ہو، جہاں آپ کی ساری زندگی میں ایک مثال بھی ایسی نہیں پائی جاتی کہ خدا تعالیٰ نے تیر نہ چلایا ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلا دیا ہو، وہاں ایسی بھی کوئی مثال نظر نہیں آتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر چلانا مناسب سمجھا ہو اور خدا تعالیٰ نے نہ چلایا ہو۔ یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى میں بیان فرمایا ہے کہ دونوں کی کمانیں ایک ہو گئیں اور دونوں کے تیر ایک ہی نشانہ پر پڑنے لگے غرض مَاتَشَآءُ وْنَ اِلَّآاَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اور مَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے ماتحت دونوں ایک مینار پر جمع ہو گئے انسانیت بھی بلند مینار پر جا کھڑی ہوئی اور اُلوہیت بھی انسان کی ملاقات کے لئے بے تاب ہو کر آسمان سے اُتر آئی۔

صعود و نزول کا پُر کیف نظارہ

بے شک فرعون نے بھی ایک مینار بنایا تھا مگر اسے اس مینار پر خدا تعالیٰ نظر نہ آیا کیونکہ وہ جھوٹا تھا اُسے نظر آیا

تو سمندر کی پاتال میں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور راستباز انسان تھے آپ کے دل میں اپنے خدا کا سچا عشق تھا اور خدا تعالیٰ کے دل میں مقامِ محمدیت کی بے انتہاء محبت تھی پس وہ دونوں بے قرار ہو کر ایک دوسرے کی طرف دوڑے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:-

وصل کا تب مزہ ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے ملنے کے لئے اوپر کی طرف صعود کیا اور خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے نیچے کی طرف نزول کیا اور اس کے نتیجہ میں دونوں کی قوسیں ایک بن گئیں اور دونوں کے تیر ایک نشانہ پر پڑنے لگے۔

تین خوبیوں والا کلام

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی تب اللہ تعالیٰ کا کلام اس مینار پر نازل ہؤا جس میں یہ تین خوبیاں تھیں۔

اوّل اُس نے الفاظ میں کلام کیا
دوم آنکھوں سے نظارہ دیکھا
سوم دل سے اُسے قبول کیا اور اس پر ایمان لایا۔

مخالفینِ اسلام کے شکوک کا ازالہ

پھر فرماتا ہے اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَایَرٰی وَلَقَدْرَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی کیا تم نے اس کی بات پر شک کرتے ہو کہ:-

(۱) شاید فلسفیانہ خیالات کی رَو میں بہہ گیا ہے۔
(۲) شاید شیطان نے اس پر کلام نازل کیا ہے۔
(۳) شاید ہوا و حرص کے جذبات چھچھڑے بن کر اسے نظر آ رہے ہیں۔

مگر تم اِس کا کیا جواب دو گے کہ اُس نے یہ مینار پر نزول ایک دفعہ نہیں دیکھا بلکہ دو دفعہ دیکھا ہے اور پھر اس نزول کو سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی کے نزدیک دیکھا ہے یعنی پیشگوئیوں کے مطابق دیکھا ہے ان کے بغیر نہیں۔ کیا کسی جھوٹے کے لئے یہ ممکن ہے کہ جب جب اس کی قوم مصیبت میں مبتلاء ہو ایک آسمانی وحی کا مدّعی اس کی تائید کے لئے کھڑا ہو جائے اور وہ کھڑا بھی اِس

جھوٹے کے دعویٰ کے مطابق ہو اور پھر دنیا میں کامیاب بھی ہو جائے۔

اُفُقِ مُبین میں ظاہر ہونے والا ستارہ

یہ پیشگوئیاں کیا تھیں، جن کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ پیشگوئیاں یہ تھیں۔

اوّل وہ النجم ہوگا، یعنی دشمنانِ محمدؐ کو تباہ کریگا۔

دوم وَلَقَدْرَاٰهُ بِا لْاُفُقِ الْمُبِیْنِ [۳۱] وہ مشرق سے ظاہر ہوگا، حدیثوں میں بھی آتا ہے کہ وہ فِیْ شَرْقِیِّ دِمَشْق [۳۲] نازل ہوگا۔

سوم وہ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ نازل ہوگا۔[۳۳]

اَلْمَنَارَۃُ الْبَیْضَاءُ سے کیا مراد ہے؟

اس جگہ اَلْمَنَارَۃُ الْبَیْضَاءُ سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے اور عِنْدَ کے معنی قریب کے ہیں پس عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ کے معنے یہ ہیں کہ وہ مقامِ محمدؐیت سے غایت درجہ کا قُرب رکھنے والا ہوگا۔

غرض وَالنَّجْمِ اِذَاهَوٰى میں مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب ظلمت کا دَور دَورہ ہوگا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص مبعوث ہوگا جو عِنْدَالْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ نازل ہوگا، یعنی وہ مقامِ محمدیت سے انتہائی قرب رکھنے والا ہوگا۔

عِنْدِیّت کے مقام سے معیّت کے مقام تک

اس جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی ابتداء کو عِنْدَالْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ سے تعبیر کیا ہے لیکن آپ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی انتہاء اس سے بھی زیادہ مبارک ہو گی اور وہ میری قبر میں میرے ساتھ دفن ہوگا چنانچہ آپ فرماتے ہیں یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ [۳۴] وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا، جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے نزول کا ایک استعارہ کے رنگ میں ذکر فرمایا ہے اسی طرح اس کی وفات کے لئے بھی آپ نے استعارہ استعمال کیا ہے اور بتایا ہے کہ آنے والے مسیح کا میری ذات کے ساتھ ایسا

اتحاد ہوگا کہ یہ نہیں کہا جا سکے گا کہ مسیح کسی اور قبر میں دفن ہؤا ہے بلکہ وہ میری قبر میں میرے ساتھ دفن کیا جائے گا گویا عِنۡدِیّت کے مقام سے وہ ارتقاء شروع کرے گا اور معیت کے مقام کو جا پہنچے گا۔ غرض اَلۡمَنَارَۃِ الۡبَیۡضَاءِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جن سے غایتِ قُرب رکھنے والے ایک عظیم الشان مصلح کی قرآن کریم نے وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَوٰی میں خبر دی ہے۔

قادیان کا مینار کیوں بنایا گیا؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قادیان میں ایک منارہ بیضاء بنایا جو درحقیقت تصویری زبان میں یہ معنی رکھتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اپنے گھروں سے نکال دیا ہے مگر ہم ان کو لاکر اپنی مسجد یعنی جماعت کے اندر رکھتے ہیں یہی اس منارۂ بیضاء کی اصل غرض تھی ورنہ اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ مینار اس لئے بنایا گیا تھا کہ آنے والے مسیح نے اس کے پاس اُترنا تھا تو یہ ایک پاگل پن کی بات بن جاتی ہے کیونکہ مرزا صاحب تو خود اس بات کے مدعی تھے کہ میں مسیح موعود ہوں پھر کسی نئے اُترنے والے کے ذکر کے کیا معنے تھے؟ پس اس منار کے بنانے کے صرف یہی معنی ہو سکتے تھے کہ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکر اپنے گھروں میں جگہ دی ہے اور یہی اس مینار کی اصل غرض ہے۔ اس مینار کے بنانے کی یہ غرض نہیں تھی کہ اس مسجد میں جس میں یہ مینار کھڑا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا مسیح موعود نے اُترنا تھا بلکہ جیسے اَلۡمَنَارَۃُ الۡبَیۡضَاءُ کے الفاظ استعارۃً استعمال کئے گئے تھے اسی طرح یہ بھی ایک تصویری نشان ہے جس کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اَلۡمَنَارَۃُ الۡبَیۡضَاءُ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور منارۃ المسیح تصویری زبان میں لوگوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احمدیہ جماعت اپنے گھر لے آئی ہے پس تم اپنی مسجد میں منارہ بیضاء بنا کر اس امر کا اقرار کرتے ہو کہ آج سے ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں پناہ دے رہے ہیں آج سے ہم اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم ان کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے لئے تیار رہیں گے۔

جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے جھنڈے کو کبھی نیچا نہ ہونے دے

مسجد اقصیٰ کا مینار ظاہر میں اینٹوں اور چونا سے بنی ہوئی ایک عمارت ہے لیکن تصویری زبان میں اس مینار کے ذریعہ ہم میں سے ہر شخص نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں لائے ہیں دنیا خواہ آپ کو چھوڑ دے مگر ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے اور ہم آپ کے دین کی اشاعت کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے یہ وہ عہد ہے جو اس منارۂ بیضاء کے ذریعہ ہم میں سے ہر شخص نے کیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم مرتے دم تک اِس عہد کو اپنے سامنے رکھیں اور اسلام کا جھنڈا کبھی نیچا نہ ہونے دیں۔

مسجد اقصیٰ کا قرآن کریم میں ذکر

حقیقت یہ ہے کہ مسجدِ اقصیٰ میں منارہ بیضاء بنانے کی خبر بھی قرآن کریم میں موجود تھی اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ [۳۵]

یعنی پاک ہے وہ خدا جو راتوں رات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو بھی ہم نے برکت دیدی۔ اقصیٰ کے معنی دُور کی مسجد کے ہیں اور رات کی تاریکی سے زمانہ کی ظلمت مراد ہے جو فیج اعوج میں پھیلی اور جس نے مسلمانوں کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ اسی پیشگوئی کو ظاہر میں پورا کرنے کے لئے مسجد اقصیٰ میں ایک مینار بنایا گیا وہ **مینار ظاہر میں مٹی اور چونے کی ایک عمارت ہے مگر درحقیقت وہ اس اقرار کا ایک نشان ہے جو اس زمانہ میں ہر احمدی نے اپنی زبانِ حال سے کیا ہے۔ اس مینار کے ذریعہ ہر احمدی نے اقرار کیا ہے کہ مَیں اس تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں پناہ دے رہا ہوں، آج سے میں اسلام کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں اور ایک لمحہ بھی میری زندگی پر ایسا نہیں آئے گا جب میں اس فرض کو نظر انداز کر دوں۔**

پس منارۃ المسیح محمدیت کے ساتھ تعلق کی علامت ہے جس طرح قرآن نے کہا تھا کہ رات کے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ چلے گئے اسی طرح حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہام ہوا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزیں ہوئے قلعۂ ہند میں'' ۶۳؎

اور پناہ ہمیشہ ظلمات کے وقت یعنی رات کو ہی لی جاتی ہے پس جس طرح سورہ نجم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مینار ہونا ثابت ہوتا ہے مسجد اقصیٰ میں منارہ بنانے کے یہ معنے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے پھر دوسری دفعہ مدینہ کے انصارؓ کی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اندر پناہ دی ہے اور ہر احمدی نے آپ کی حفاظت کا اور آپ کے اردگرد اپنی جانیں لڑا دینے کا اقرار کیا ہے جس اقرار کو پورا کرنا آج ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے۔

پابندیٔ عہد کی ایک شاندار مثال

عرب لوگ تو اپنے اقرار کے اتنے پابند تھے کہ تاریخوں میں لکھا ہے سپین کا ایک رئیس تھا جس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ ایک دن اُس کے پاس ایک شخص دَوڑتا ہؤا آیا اور اس نے کہا کہ پولیس میرے تعاقب میں آ رہی ہے مجھے خدا کے لئے پناہ دو۔ اُس نے اپنے مکان میں اُسے چُھپا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پولیس ایک نوجوان کی لاش اٹھا کر لائی۔ یہ اس کے بیٹے کی لاش تھی۔ پولیس والوں نے اُسے کہا ہمیں افسوس ہے کہ کسی بدبخت نے آج آپ کے بیٹے کو مار ڈالا ہے قاتل بھاگ کر اِسی طرف آیا تھا کیا آپ نے اُسے دیکھا نہیں؟ اُس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ یہ سن کر پولیس والے چلے گئے۔ اُس نے اپنے بیٹے کی لاش کو کمرے میں بند کیا اور قاتل کی طرف گیا اور اسے اشارہ سے اپنے پاس بُلا کر کہا کہ یہ شخص جس کو تم نے قتل کیا ہے میرا بیٹا تھا لیکن چونکہ میں تمہیں پناہ دے چکا ہوں اس لئے مَیں اب تمہیں کچھ نہیں کہتا اس کے بعد اُس نے اسے اپنی جیب میں سے کچھ روپے نکال کر دیئے اور کہا یہ روپے لو اور کسی اور جگہ چلے جاؤ اگر تم سپین میں ہی رہے تو ممکن ہے میرا نفس کبھی مجھے اشتعال دلائے کہ یہ میرے بیٹے کا قاتل ہے اور میں تجھے مار ڈالوں اس لئے روپے لو اور سپین سے کہیں باہر چلے جاؤ۔ چنانچہ اس نے روپے دیئے اور اپنے اکلوتے بیٹے کے قاتل کو اپنے مکان کے پچھواڑے سے باہر نکال دیا۔ اب دیکھو یہ ایک سچے مسلمان کی حالت تھی کہ نہ صرف وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے قاتل کی جان بچاتا ہے بلکہ اُسے بھاگنے کے لئے روپے بھی دیتا ہے اس لئے کہ اس نے اُسے پناہ دی تھی پھر کتنی بڑی

ذمہ داری ہے اُس مسلمان پر جو اپنے بیٹے کے قاتل کو نہیں بلکہ اپنی جان بچانے والے کو، اپنے بیٹوں کی جان بچانے والے کو، اپنی بیوی اور بچوں کی جان بچانے والے کو اپنے گھر میں پناہ دیتا ہے اور پھر اس سے غدّاری کرتا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ سے جماعت احمدیہ کا ایک نیا عہد

ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نیا عہد کیا ہے ہم نے یہ اقرار کیا ہے کہ دنیا کا ہر انسان خواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے ہم آپ کو مرتے دم تک نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نے اِس عہد کے نشان کے طور پر اپنے گھروں میں مینار کھڑا کیا اور ہم نے اقرار کیا کہ ہم صرف مُنہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ہم اس فتنۂ عظیمہ کے زمانہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں سچے طور پر پناہ دیں گے اور اپنی ہر چیز آپ کے لئے قربان کر دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انصار کا معاہدہ

صحابہ کرامؓ نے بھی آج سے تیرہ سَو سال پہلے آپ کو اپنے گھروں میں پناہ دی تھی۔ دعویٔ نبوّت کے تیرھویں سال حج کے موقع پر جب اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکہ آئے تو ان میں سے ۷۰ لوگ ایسے بھی شامل تھے جو یا تو مسلمان تھے اور یا مسلمان ہونا چاہتے تھے۔ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک گھاٹی میں ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور جو آپ سے صرف ایک سال بڑے تھے وہ بھی آپ کے ساتھ تھے آدھی رات کے قریب مکہ کی ایک وادی میں جب دشمن، اسلام کے خلاف ہر قسم کے منصوبے کر رہا تھا یہ ۷۰ آدمی جمع ہوئے اور آپس میں بحث شروع ہوئی کہ اگر مکہ کے لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام سے نہیں رہنے دیتے تو مدینہ کے لوگ اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا وعدے کرنے بڑے آسان ہوتے ہیں لیکن انہیں پورا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا ہم جو کچھ وعدہ کر رہے ہیں سوچ سمجھ کر کر رہے ہیں اور ہم اس اقرار پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میرا یہ بھتیجا مدینہ چلا گیا تو تمام عرب قبائل

تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور ہوسکتا ہے کہ وہ مدینہ پر بھی حملہ کر دیں اس لئے تم یہ اقرار کرو کہ اگر کسی نے مدینہ پر حملہ کیا تو تم اپنی جان، مال، عزّت اور آبرو کو قربان کر کے اس کی حفاظت کرو گے۔ انہوں نے کہا ہاں ہم اس غرض کے لئے تیار ہیں اور جوش میں جیسے ہمارے ملک کے لوگ نعرے لگاتے ہیں انہوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش رہو اِس وقت دشمن چاروں طرف پھیلا ہؤا ہے۔ اگر اسے ہمارے اس اجتماع کی خبر ہوگئی تو ممکن ہے کہ وہ ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے مگر اب ان کے دلوں میں ایمان کی چنگاری سُلگ اُٹھی تھی خدا کا نور اُن کے دلوں میں پیدا ہو چکا تھا انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! بے شک ہم بے وطن ہیں مگر ہم آپ کی وجہ سے چُپ ہیں ورنہ آپ اجازت دیں تو ہم ابھی مکہ والوں کو اُن کی شرارت کا مزہ چکھا دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں نہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت نہیں اس کے بعد انہوں نے یہ معاہدہ کیا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے ہم اپنی جان، مال اور عزت سب کچھ قربان کر دیں گے لیکن اگر مدینہ سے باہر لڑائی ہوئی تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ حضرت عباسؓ کا بھی یہی مشورہ تھا چنانچہ آخر یہی معاہدہ ہؤا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے چلے گئے۔

جنگ بدر کے موقع پر انصار کا جوشِ اخلاص

جب بدر کے موقع پر مدینہ سے باہر جنگ ہونے لگی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو! مجھے مشورہ دو کیونکہ مجھے معلوم ہؤا ہے کہ ہماری قافلہ سے مُڈبھیڑ نہیں ہوگی بلکہ مکہ کے لشکر سے ہمارا مقابلہ ہوگا۔ اِس پر یکے بعد دیگرے مہاجرین کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ بے شک جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں مگر ہر دفعہ جب اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے بعد کوئی مہاجر بیٹھ جاتا تو آپ فرماتے اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ آپ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ مہاجرین تو مشورہ دے ہی رہے ہیں اصل سوال انصار کا ہے اور انصار اس لئے چُپ تھے کہ لڑنے والے مکہ کے لوگ تھے وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے یہ کہا کہ ہم مکہ والوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں تو شاید ہماری یہ بات

مہاجرین کو بُری لگے اور وہ یہ سمجھیں کہ یہ لوگ ہمارے بھائی بندوں کا گلا کاٹنے کے لئے آگے بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہیں مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے ایک کے بعد دوسرا مہاجر اُٹھتا ہے اور وہ کہتا ہے یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! لڑیئے مگر آپ بار بار یہی فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو اس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ آپؐ کی مراد غالباً ہم انصار سے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم تو اس لئے چُپ تھے کہ ہم ڈرتے تھے کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کا دل نہ دُکھے اگر ہم نے کہا ہم لڑنے کے لئے تیار ہیں تو ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ ہمارے بھائیوں اور رشتہ داروں کو مارنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ پھر اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! شاید آپ کا اشارہ اس بیعتِ عقبہ کی طرف ہے جس میں ہم نے یہ اقرار کیا تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی دشمن حملہ آور ہوُا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے لیکن اگر مدینہ سے باہر جا کر لڑنا پڑا تو ہم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! جس وقت ہم نے وہ معاہدہ کیا تھا اُس وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپؐ کی کیا شان ہے یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اب تو آپ کی صداقت ہم پر کھل چکی ہے اور آپ کا مقام ہم پر واضح ہو گیا ہے اب کسی معاہدہ کا کیا سوال ہے۔ سامنے سمندر ہے آپ حُکم دیجئے تو ہم اس میں اپنے گھوڑے ڈالنے کے لئے تیار ہیں اور اگر لڑائی ہوئی تو خدا کی قسم! ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوُا نہ گزرے۔ [۳۷]

صحابہ کا نمونہ ہمارے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے

یہ وہ وفاداری تھی جو صحابہ کرامؓ نے دکھائی یہ وہ اقرار تھا جس کو انہوں نے پورا کیا۔ نمونہ سامنے نہ ہو تو انسان کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحابہؓ نے اقرار کیا اس کو پورا کرنے کا نمونہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ ایک قوم تھی جس نے یہ اقرار کیا اور تاریخ کے صفحات اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے اقرار کو پورا کر دیا۔ پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں پتہ نہیں کہ عہد کی کیا قیمت ہوتی

ہے، ہمیں پتہ نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس طرح حفاظت کی جاتی ہے۔ ہم کو پتہ لگ چکا ہے اور انصارؓ اور صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل اور اپنی قربانی اور اپنے ایثار سے اس کی ایک ایک شق کھول دی ہے، ایک ایک شرط واضح کر دی ہے پس ہم خدا تعالیٰ کے سامنے یہ جواب نہیں دے سکتے کہ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ اس اقرار کی کیا قیمت ہے۔ اس جواب سے سوائے مُجرم بننے کے ہم کچھ اور فائدہ حاصل نہیں کر سکتے ہمیں یا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے لئے اپنی جانیں دینی ہونگی اور یا ہمیں ذِلّت اور رُسوائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سامنے ایک مُجرم کی حیثیت میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ بہرحال یہ مینار ہر وقت ہمارے فرض کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے جس طرح مدینہ کے لوگ خود بُلا کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئے تھے ہم نے بھی یہ مینار اپنی مرضی سے بنایا ہے اور اس امر کا اقرار کیا ہے کہ آئندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی حفاظت کا ہم ذمہ لیتے ہیں۔ مینار کی چوٹی بھی اپنا وعدہ یاد دلاتی رہتی ہے اور اس کی روشنی بھی ہمیں بیدار رہنے کی تعلیم دیتی ہے پس جو کچھ انصار نے کیا ہمیں ان سے بڑھ کر نمونہ دکھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراجِ منیر ہیں

(۲) پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مینارہ بیضاء کہا گیا ہے اس کی مناسبت سے ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں آپ کو سِرَاجًا مُّنِيْرًا [۳۸] بھی کہا گیا ہے ان الفاظ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دوسرے لوگ مینار بناتے ہیں تو اوّل مینار خود تاریک ہوتا ہے۔ دوم انہیں محنت کر کے اس پر روشنی کرنی پڑتی ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراج کی طرح تھے یعنی ان کی روشنی ذاتی تھی اور پھر وہ روشنی مستقل اور دائمی تھی۔ چاند کی روشنی سورج سے حاصل کردہ ہوتی ہے لیکن سورج میں ذاتی روشنی ہوتی ہے پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مینار نہیں جس پر کوئی اور روشنی رکھے تو وہ روشن ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں ایک چمکنے والے مینار ہیں لوگوں کو دُنیوی میناروں کے لئے بہت کچھ محنت اور تگ ودَو کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے بجلی کے قمقموں یا تیل بتی اور دِیا سلائی وغیرہ کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ پھر دوسرے مینار دن کے وقت کام نہیں آتے صرف رات کے وقت ان کی روشنی سے استفادہ کیا جاتا

ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اللہ تعالیٰ نے سِرَاجًا مُّنِیْرًا رکھا ہے جس میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ وہ روشن چراغ ہے جو دن کو بھی روشنی دیتا ہے اور رات کو بھی روشنی دیتا ہے۔ پھر اس کے لئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی ضرورت ہے اور نہ کسی جلانے والے کی ضرورت ہے آپ ہی آپ سورج کی طرح ہر وقت روشن اور ضیا پاش رہتا ہے۔

محمد رسول اللہ کی غلامی میں الٰہی انوار و برکات کا نزول

پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے جو لوگ مینار بناتے تھے وہ اس لئے بناتے تھے کہ ان کے ذریعہ وہ خدا تعالیٰ تک پہنچ جائیں مگر وہ ہمیشہ اس سے محروم رہتے تھے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی خدا سے ملے اور جنہوں نے آپ کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کو ملنا چاہا وہ بھی خدا سے ملے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اسی حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۳۹]

یعنی اے لوگو! اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو اور اس سے ملنے کے خواہشمند ہو تو اس کا ذریعہ یہ ہے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل پڑو وہ تمہیں مل جائے گا۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مینار ہیں جن کے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے ہزاروں ہزار مثالیں اُمتِ محمدیہ میں ایسی پائی جاتی ہیں کہ لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور آپؐ کی متابعت میں اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کیا اور اس کے کلام سے مشرف ہوئے اور اس کے نشانات ان کے لئے ظاہر ہوئے بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر دوسری تمام قوموں کے فاسقوں اور فاجروں کو نکال دیا جائے اور صرف ان کے نیک اور پاک بندوں کا شمار کیا جائے تب بھی ان میں خدا رسیدہ لوگوں کی اتنی مثالیں نہیں مل سکتیں جتنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں ہر زمانہ میں نظر آتی ہیں۔ ہزاروں ہزار لوگ ہر زمانہ میں سے ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کیا اور ان کی برکات سے دوسرے لوگ بھی متمتع ہوئے۔

حضرت عمرؓ سے قیصر کی درخواست

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دفعہ قیصر کے سر میں شدید درد ہوا اور باوجود ہر قسم کے علاجوں کے اُسے آرام نہ آیا۔ کسی نے اسے کہا کہ حضرت عمرؓ کو اپنے حالات لکھ کر بھجوا دو اور ان سے تبرک کے طور پر کوئی چیز منگواؤ وہ تمہارے لئے دُعا بھی کریں گے اور تبرک بھی بھجوا دیں گے ان کی دعا سے تمہیں ضرور شفا حاصل ہو جائے گی۔ اُس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا سفیر بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ متکبر لوگ ہیں میرے پاس اس نے کہاں آنا تھا اب یہ دُکھ میں مبتلاء ہوا ہے تو اس نے اپنا سفیر میرے پاس بھیج دیا ہے اگر مَیں نے اسے کوئی اور تبرک بھیجا تو ممکن ہے وہ اسے حقیر سمجھ کر استعمال نہ کرے اس لئے مجھے کوئی ایسی چیز بھجوانی چاہئے جو تبرک کا بھی کام دے اور اس کے تکبر کو بھی توڑ دے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ایک پُرانی ٹوپی جس پر جگہ جگہ داغ لگے ہوئے تھے اور جو میل کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی اُسے تبرک کے طور پر بھجوا دی۔ اُس نے جب یہ ٹوپی دیکھی تو اُسے بہت بُرا لگا تو اُس نے ٹوپی نہ پہنی مگر خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ تمہیں برکت اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ اسے اتنا شدید دردِ سر ہوا کہ اس نے اپنے نوکروں سے کہا وہی ٹوپی لاؤ جو عمرؓ نے بھجوائی تھی تا کہ میں اُسے اپنے سر پر رکھوں چنانچہ اُس نے ٹوپی پہنی اور اُس کا درد جاتا رہا۔ چونکہ اُس کو ہر آٹھویں دسویں دن سر درد ہو جایا کرتا تھا، اس لئے پھر تو اس کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ دربار میں بیٹھتا تو وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میلی کچیلی ٹوپی اس نے اپنے سر پر رکھی ہوئی ہوتی۔

ایک صحابی کی قیصر کے مظالم سے نجات

یہ نشان جو خدا تعالیٰ نے اسے دکھایا اس میں ایک اور بات بھی مخفی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ قیصر کے پاس قید تھے اور اُس نے حکم دے دیا تھا کہ انہیں سؤر کا گوشت کھلایا جائے۔ وہ فاقے برداشت کرتے تھے مگر سؤر کے قریب نہیں جاتے تھے اور گو اسلام نے یہ کہا ہے کہ اضطرار کی حالت میں سؤر کا گوشت کھا لینا جائز ہے مگر وہ کہتے تھے کہ میں صحابی ہوں میں ایسا نہیں کرسکتا۔ جب کئی کئی دن کے فاقوں کے بعد وہ مرنے لگتے تو قیصر انہیں

روٹی دے دیتا جب پھر انہیں کچھ طاقت آ جاتی تو وہ پھر کہتا کہ انہیں سؤر کھلایا جائے اس طرح نہ وہ انہیں مرنے دیتا نہ جینے۔ کسی نے اُسے کہا کہ تجھے یہ سر درد اس لئے ہے کہ تُو نے اِس مسلمان کو قید رکھا ہؤا ہے اور اب اس کا علاج یہی ہے کہ تم عمرؓ سے اپنے لئے دُعا کراؤ اور ان سے کوئی تبرک منگواؤ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے ٹوپی بھیجی اور اُس کے درد میں افاقہ ہو گیا تو وہ اس سے اتنا متأثر ہؤا کہ اُس نے اِس صحابی کو بھی چھوڑ دیا۔ اب دیکھو کہاں قیصر ایک صحابی کو تکلیف دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی سزا کے طور پر اس کے سر میں درد پیدا کر دیتا ہے۔ کوئی اور شخص اسے مشورہ دیتا ہے کہ عمرؓ سے تبرّک منگواؤ اور ان سے دُعا کراؤ وہ تبرّک بھیجتے ہیں اور قیصر کا درد جاتا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس صحابیؓ کی نجات کے بھی سامان پیدا کر دیتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔

علومِ غیبیہ کا دروازہ کھل گیا

(۳) مینار بنانے کی تیسری غرض اجرامِ فلکی سے علومِ غیبیہ کا معلوم کرنا ہوتی ہے لیکن یہ غرض بھی ان میناروں سے کبھی پوری نہیں ہوئی۔ لوگ مینار بناتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اَرواحِ سماویہ سے غیبی علوم ان کو حاصل ہو جائیں مگر کسی مینار سے بھی ان کو غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے علومِ غیبیہ عطا ہوئے کہ جن کی مثال دنیا کے کسی نبی میں نظر نہیں آ سکتی بلکہ آپ تو الگ رہے آپ کے اتباع میں بھی ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں دی ہیں اور ان پر اپنے آسمانی اسرار کھولے ہیں۔ مَیں نے خود اللہ تعالیٰ کے فضل سے محض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے فیوض کی وجہ سے علومِ غیبیہ سے جو حصہ پایا ہے اس کی مثال موجودہ زمانہ میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ سینکڑوں غیب کی خبریں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرمائیں اور ان میں سے کئی ایسی ہیں جو دنیا میں ایک تہلکہ مچانے کا موجب ہوئیں۔

لیبر پارٹی کی کامیابی کے متعلق رؤیا

مثلاً لیبر پارٹی کی کامیابی کے متعلق جو مَیں نے رؤیا دیکھا وہ خدا تعالیٰ کے علمِ غیب کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ مسٹر ایٹلی (ATTLEE) جو لیبر پارٹی کے لیڈر اور

برطانیہ کے وزیر اعظم تھے خود انہیں اس امر کی کوئی امید نہیں تھی کہ وہ انتخابات میں اکثریت بھی حاصل کر لیں گے یا نہیں۔ پچیس جولائی ۱۹۴۵ء کی شام تک انگلستان کے اخبارات یہی لکھتے رہے کہ کنزرویٹو پارٹی میدان جیت جائے گی۔ مسٹر چرچل اپنی کامیابی کے متعلق انتہائی پُر اُمید تھے وہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کے دلوں پر میری جنگی خدمات کا اثر ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ لیبر پارٹی برسرِ اقتدار آ سکے مگر چند ہی گھنٹوں کے بعد جو نتائج برآمد ہوئے انہوں نے تمام اخبارات اور کنزرویٹو پارٹی کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دُنیا دیکھ کر حیران رہ گئی کہ لیبر پارٹی کامیاب ہوگئی ہے۔ مَیں نے قبل از وقت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو یہ رؤیا سنا دیا تھا اور انہوں نے انگلستان جا کر تمام بڑے بڑے لیڈروں کو یہ بات بتا دی تھی اور آخر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا تھا۔

لیبیا کے محاذ پر انگریزی اور اطالوی فوجوں کی جنگ

اسی طرح جنگِ عظیم کے متعلق بہت سے واقعات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی اور جو اپنے وقت پر حیرت انگیز رنگ میں پورے ہوئے۔ دنیا کا کوئی شخص ان واقعات کا جو مجھے بتائے گئے قبل از وقت قیاس بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مثلاً ۱۹۴۰ء میں مجھے بتایا گیا کہ لیبیا کے محاذ پر دشمن کی فوجوں اور انگریزی فوجوں کے درمیان شدید جنگ ہوگی مگر پھر وہ آگے بڑھیں گے اور فتح حاصل کریں گے۔ اس کے بعد پھر انگریزوں کو پیچھے ہٹنا پڑے گا اور دشمن کا دباؤ بڑھ جائے گا لیکن دوبارہ پھر انگریز انہیں دھکیل کر پیچھے لے جائیں گے غرض اسی طرح دو تین بار ہوگا مگر آخر انگریزی فوج اپنے دشمن کو دباتی ہوئی اسے شکست دے دیگی۔ جن دنوں مَیں نے یہ رؤیا دیکھا میں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے مکان پر شملہ میں ٹھہرا ہوا تھا مَیں نے چوہدری صاحب سے اِس خواب کا ذکر کیا۔ وہ اُس وقت وائسرائے کی کونسل کے اجلاس میں شامل ہونے کے لئے جا رہے تھے جب واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے اس رؤیا کا اور لوگوں کے علاوہ ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے پرائیوٹ سیکرٹری سر لیتھویٹ سے بھی ذکر کیا تھا اور انہوں نے اس رؤیا کو بہت تعجب سے سنا۔ دوسرے دن وہ چوہدری صاحب کے ہاں چائے پر آئے تو انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں خود آپ کی

زبان سے یہ رؤیا سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے انہیں دوبارہ رؤیا سُنایا۔ اس رؤیا کے بعد بعینہٖ اسی طرح واقعات رونما ہوئے جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں اطالوی فوجیں آگے بڑھیں اور انہوں نے انگریزی فوجوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ ۱۹۴۰ء کے آخر میں پھر انگریزی فوجیں آگے بڑھیں اور اطالوی فوجیں شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ ۱۹۴۱ء میں دشمن پھر آگے بڑھا اور انگریزی فوجوں کو دھکیلتا ہوا مصر کی سرحد پر لے آیا۔ ۱۹۴۱ء کے آخر میں انگریز پھر آگے بڑھے اور دشمن کی فوجوں کو شکست دیتے ہوئے اسے کئی سَو میل تک لے گئے۔ جون ۱۹۴۲ء میں پھر دشمن کی فوجیں انگریزی فوجوں کو دھکیل کر مصر کی سرحد پر لے آئیں اور ۱۹۴۲ء کے آخر میں پھر انگریزوں نے بڑھنا شروع کر دیا اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رؤیا مجھے دکھایا گیا تھا وہ متواتر پورا ہوا اور لفظاً لفظاً پورا ہوا۔

۲۸ سَو ہوائی جہاز بھجوائے جانے کے متعلق رؤیا

اسی طرح جن دنوں فرانس، جرمنی کے مقابلہ میں شکست کھا چکا تھا اور انگریز سخت خطرہ میں گھرے ہوئے تھے مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں انگلستان گیا ہوں اور انگریزوں نے انگلستان کی حفاظت کا کام میرے سپرد کیا ہے۔ مَیں نے کہا مَیں پہلے فوجی مقامات کو دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ یہ اندازہ لگاؤں کہ ہمارے پاس کسی چیز کی کمی تو نہیں اور اگر ہے تو اسے کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے تمام فوجی ہیڈ کوارٹرز اور سرکاری دفاتر دیکھے اور مَیں نے وزارت کو رپورٹ کی کہ انگلستان کے پاس صرف ہوائی جہازوں کی کمی ہے اگر مجھے ہوائی جہاز مل جائیں، تو میں انگلستان کی حفاظت کا کام بخوبی کر سکتا ہوں۔ اتنے میں رؤیا میں ہی ایک شخص میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے ایک تار دی جس کے الفاظ یہ تھے کہ:-

The British Representative from America wires, that the American Government has delivered 2800 Aeroplanes to the British Government.

یعنی برطانوی نمائندہ امریکہ سے تار دیتا ہے کہ دو ہزار آٹھ سَو ہوائی جہاز امریکن

گورنمنٹ نے برطانوی گورنمنٹ کو دیئے ہیں ۔مَیں نے تار پڑھ کر کہا کہ اب کام ہو گیا ہے اب ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں رہی ۔مَیں نے یہ رؤیا انہی دِنوں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو سُنا دیا اور انہوں نے کئی برطانوی نمائندوں اور گورنمنٹ کے دوسرے ہندوستانی معزز افسروں میں اس کا ذکر کر دیا۔

یہ رؤیا جون ۱۹۴۰ء میں مَیں نے دیکھا تھا۔ جولائی کے مہینہ میں مَیں ایک دن مسجد مبارک میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص دَوڑتا ہوا آیا اور اُس نے کہا کہ آپ کے نام ایک ضروری فون آیا ہے ۔مَیں گیا تو مجھے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی آواز آئی مگر مَیں نے محسوس کیا کہ ان کی آواز کانپ رہی ہے ۔ وہ اچھے حوصلے والے آدمی ہیں مگر اس وقت ان کی آواز میں ارتعاش تھا انہوں نے کہا کہ آپ نے آج کی تازہ خبریں پڑھ لی ہیں؟ مَیں نے کہا پڑھ تو لی ہیں مگر مجھے تو ان میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی ۔انہوں نے کہا مبارک ہو آپ کی خواب پوری ہو گئی ابھی تار آئی ہے جس میں لکھا ہے:-

> The British Representative from America Wires, that the Ameircan Government has delivered 2800 Aeroplanes to the British Government.

گویا وہی الفاظ جو رؤیا میں مجھے دکھائے گئے تھے ایک مہینہ کے اندر اندر پورے ہو گئے اور برطانوی نمائندے نے امریکہ سے حکومتِ انگلستان کو اطلاع دی ہے کہ امریکی گورنمنٹ، گورنمنٹِ برطانیہ کو ۲۸۰۰ ہوائی جہاز دے رہی ہے۔

سر کلو پر اتمامِ حُجّت

پھر انہوں نے کہا جن لوگوں کو مَیں نے یہ خبر سنائی تھی ان میں سے ایک سر کلو بھی تھے (جو اُس وقت ریلوے بورڈ کے ممبر تھے اور بعد میں آسام کے گورنر مقرر ہوئے) چونکہ خدا تعالیٰ نے اِس رؤیا کی صداقت کو ان پر ظاہر کرنا تھا اس لئے انہوں نے تار ایسی طرز پر پڑھی کہ ان کا خیال اس طرف چلا گیا کہ جو بات رؤیا میں بتائی گئی تھی وہ صحیح طور پر پوری نہیں ہوئی ۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے بتایا کہ جب مَیں نے سر کلو کو فون کیا کہ سر کلو! تم کو یاد ہے مَیں نے تمہیں امام جماعت احمدیہ کی ایک رؤیا سنائی تھی جس

میں یہ بتایا گیا تھا کہ امریکن گورنمنٹ برطانوی گورنمنٹ کو ۲۸۰۰ ہوائی جہاز دے گی اور آج یہ رؤیا پوری ہوگئی ہے کیونکہ ابھی تار آئی ہے کہ امریکن گورنمنٹ نے ۲۸۰۰ ہوائی جہاز برطانوی گورنمنٹ کو دے دیئے ہیں انہوں نے کہا بات تو ٹھیک ہے کہ آپ نے مجھے امام جماعت احمدیہ کی خواب سنائی تھی مگر وہ ساری پوری نہیں ہوئی آپ نے تو مجھے ۲۸۰۰ ہوائی جہاز بتائے تھے اور تار میں یہ لکھا ہے کہ امریکن گورنمنٹ نے ۲۵۰۰ (پچیس سَو) ہوائی جہاز دیئے ہیں۔ مَیں نے کہا سر کلو! تار کو دوبارہ پڑھو۔ اُس نے دوبارہ پڑھا تو کہنے لگا اوہو! یہ تو وہی الفاظ نکل آئے جو آپ نے مجھے بتائے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس خبر کو ایسے رنگ میں پورا کیا کہ سر کلو پر بھی حُجّت تمام ہوگئی اور انہوں نے اقرار کیا کہ واقعہ میں جو بات بتائی گئی تھی وہ پوری ہوگئی ہے۔

قادیان سے ہجرت کی خبر

اِسی طرح ۱۹۴۱ء میں مجھے قادیان سے نکلنے کی خبر دی گئی اور مجھے دکھایا گیا کہ لڑائی ہو رہی ہے گولیاں چل رہی ہیں اور ہم ایک نئے مرکز کی تلاش میں کسی دوسری جگہ گئے ہیں حالانکہ ۱۹۴۱ء میں کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ ہمیں قادیان سے ہجرت کرنی پڑے گی اور ایک نیا مرکز ہمیں بنانا پڑے گا۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہزارہا غیبی خبریں ملیں اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کر کے خود مسلمانوں کے لئے بھی علومِ غیبیہ کا منبع کھل گیا۔

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے متعلق ایک رؤیا!

ابھی مجھے ایک تازہ رؤیا ہوُا ہے۔ میں گزشتہ دنوں ناصر آباد سندھ میں تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں اپنے مکان کے برآمدہ میں ایک پیڑھی پر بیٹھا ہوں کہ اتنے میں اخبار آیا اور مَیں نے اُسے کھولا تو اُس میں یہ خبر درج تھی کہ رات نیویارک ریڈیو سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اِس خواب کے اچھے معنے بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ شہادت ایک بڑا رُتبہ ہے پس اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ انہیں کوئی بڑی کامیابی حاصل ہوگی لیکن ظاہری تعبیر کو مدّنظر رکھتے ہوئے یہ خواب منذر بھی ہوسکتی ہے اور اس کے یہ معنے بھی کئے جا سکتے ہیں کہ ان کے کام میں مشکلات

پیدا ہو جائیں گی اور دشمن انہیں ناکام کرنے کی کوشش کریگا۔ چنانچہ اس رؤیا کے بعد جب میں کراچی پہنچا تو تیرہ مارچ (۱۹۴۸ء) کو مَیں نے انہیں تار دیا کہ مَیں نے ایسا رؤیا دیکھا ہے اور مَیں نے لکھا کہ گو خواب میں قتل سے مراد کوئی بڑی کامیابی بھی ہوسکتی ہے لیکن ظاہری تعبیر کے لحاظ سے چونکہ یہ رؤیا منذر ہے اس لئے انہیں احتیاط رکھنی چاہئے۔ اس کے جواب میں مجھے ان کی طرف سے تار بھی ملا اور پھر تفصیلی خط بھی آ گیا جس میں ذکر تھا کہ بعض حکومتیں اپنی ذاتی اغراض کے لئے مخالفت کر رہی ہیں اور کام میں مشکلات پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ چوہدری صاحب کی بیوی مجھ سے ملنے کے لئے آئیں تو مَیں نے ان سے بھی اس رؤیا کا ذکر کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ مَیں نے بھی چوہدری صاحب کے متعلق ایک منذر رؤیا دیکھا ہے جس میں کسی حملہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی خواب بھی یہی بتا رہی ہے۔ مَیں نے کہا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعہ میں کوئی دشمن غصہ میں آ کر ان پر حملہ کر دے مگر اصل تعبیر یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو کام وہ کر رہے ہیں اس میں دشمن انہیں ناکام کرنے کی کوشش کرے گا۔

محمدی مینار تا اَبَد آپؐ کے نام کو قائم رکھنے والا ہے

(۴) پھر مینار بنانے کی چوتھی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ چاہتے ہیں ان میناروں کے ذریعہ ان کا نام دنیا میں قائم رہے اور لوگ انہیں عزت کے ساتھ یاد کریں مگر ہمیں دکھائی یہ دیتا ہے کہ خود بنانے والوں کے ناموں میں ہی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک کہتا ہے یہ قطب الدین ایبک کی لاٹ ہے اور دوسرا کہتا ہے یہ فلاں راجہ کی لاٹ ہے ایک کہتا ہے یہ فلاں بادشاہ کا مینار ہے اور دوسرا کہتا ہے یہ فلاں راجہ کا مینار ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مینار تا اَبَد آپؐ کے نام کو قائم کرنے والا ہے اور پھر اس کے بنانے والے کے متعلق کسی کو شبہ نہیں۔ ہر شخص دوست اور دشمن مانتا ہے کہ یہ منارہ محمدیؐ ہے دنیا میں اس کا کبھی کوئی اور مدعی ہو ہی نہیں سکتا اور یہ جامہ کسی اور کے بدن پر زیب ہی نہیں دے سکتا۔

محمدی مینار دنیا کے ہر مقام پر کھڑا کیا جاسکتا ہے

پھر دُنیوی میناروں اور اس مینار میں ایک اور فرق یہ ہے کہ ان میناروں کو خواہ کتنی ضرورت ہو اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا۔ دلّی سے مسلمان چلے گئے مگر فیروز

شاہ کی لاٹ وہیں کھڑی رہی۔ دلّی سے مسلمان چلے گئے مگر قطب الدین کی لاٹ وہ اپنے ساتھ نہیں لے گئے لیکن دنیا کے کسی خطہ میں تم چلے جاؤ اور جہاں بھی چاہو رہو تم اس مقام پر محمدی مینار کھڑا کر سکتے ہو یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کر سکتے ہو۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو آجکل یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے اب ہندوستان میں محمدی مینار کھڑا کرنا ان کے ذمہ ہے خصوصاً احمدی جماعت کے، اِن کو تو ایک منٹ کے لئے بھی یہ بات نہیں بھولنی چاہئے اور ہندوؤں اور سکھوں میں تبلیغ جاری رکھنی چاہئے مایوس ہونے والی بات نہیں جس خدا نے اسلام کو دنیا میں اتنا پھیلایا ہے وہ پھر بھی اُن کی زبانوں میں تاثیر پیدا کرسکتا ہے اور لوگوں کے دلوں کو صاف کرسکتا ہے۔

بہرحال یہ محمدی مینار اپنے اندر یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ تم جہاں چاہو اِس کو کھڑا کر سکتے ہو اور جس جگہ بھی تم اِس مینار کو کھڑا کرو گے وہیں خدا تعالیٰ کے انوار اُترنے لگ جائیں گے اور ہر جگہ تم اِس مینار سے روشنی حاصل کرسکو گے۔ قطب الدین کی لاٹ پر اگر بڑے سے بڑا روشن چراغ بھی جلاؤ تو وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس میل تک روشنی پہنچا سکتا ہے۔ سمندر کی تاریکیوں میں جب کہ بڑی بڑی چٹانوں سے جہاز ٹکرا کر پاش پاش ہو رہے ہوتے ہیں ان میناروں کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا اور ہزار دو ہزار میل تک تو دنیا کا کوئی مینار بھی روشنی نہیں پہنچا سکتا لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہو تو خواہ انسان طوفانوں میں گھر جائے، حوادث اور مصائب کے بادل اس پر اُمڈ آئیں، اگر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر خدا تعالیٰ سے دعا کریگا تو وہیں مینارِ محمدی کھڑا ہو جائے گا اس کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں، اس کے لئے کوئی وقت معیّن نہیں، سمندروں پر یہ مینار کھڑا کیا جا سکتا ہے، پہاڑوں پر یہ مینار کھڑا کیا جا سکتا ہے، غاروں میں یہ مینار لے جایا جا سکتا ہے، غرض ہر مقام اور ہر جگہ پر اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور یہ وہ خوبی ہے جو دنیا کے کسی اور مینار میں نہیں پائی جاتی۔

محمدی مینار ہر انسان کو اس کے درجہ کے مطابق روشنی دیتا ہے

پھر اس مینار میں ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس سے ہر شخص اپنے درجہ کے مطابق روشنی حاصل کرسکتا ہے۔ اگر قطب الدین کی لاٹ پر دس ہزار

وولٹ کی روشنی ہے اور تمہیں اس سے کم روشنی کی ضرورت ہے تو وہ اتنی ہی روشنی دے گا یا زیادہ روشنی کی ضرورت ہو تب بھی وہ دس ہزار وولٹ سے زیادہ روشنی نہیں دے گا اور اگر اس پر پندرہ ہزار وولٹ کی روشنی ہے تو وہ پندرہ ہزار وولٹ کی روشنی ہی ہر شخص کو دے گا لیکن مینارۂ محمدیؐ میں یہ خوبی ہے کہ انسان خواہ کتنی ترقی کر جائے یہ مینار اس کے درجہ کے مطابق اسے روشنی دیتا چلا جاتا ہے۔ اگر تمہیں دس ہزار وولٹ کی روشنی چاہیئے تو وہ تمہیں دس ہزار وولٹ روشنی مہیا کرے گا، اگر تمہیں پچاس ہزار وولٹ کی ضرورت ہے تو وہ تمہیں پچاس ہزار وولٹ روشنی دے گا، اگر تمہیں ایک لاکھ وولٹ کی ضرورت ہے تو وہ تمہیں ایک لاکھ وولٹ روشنی مہیا کرے گا۔ غرض روحانی ارتقاء کے راستہ میں کوئی مقام ایسا نہیں آ سکتا جہاں یہ کہا جا سکے کہ اب مینارۂ محمدی سے روشنی حاصل نہیں کی جا سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے وراء الورٰی مقامات پر بھی اگر انسان پہنچ جائے تب بھی وہ محمدیؐ مینار کی روشنی کا محتاج ہے۔

یہی وہ نکتہ تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی عظمت

تھوڑے ہی دن ہوئے، ایک مسلمان اخبار میں مَیں نے پڑھا کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح ناصری کی کتنی بڑی ہتک کی ہے کہ وہ کہتے ہیں:۔

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب تک وہ لوگ جو اعلیٰ سے اعلیٰ مدارجِ روحانیہ کے حامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قُرب کے بلند ترین مقامات کو طے کر چکے ہیں یہ نہ کہیں کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں حاصل کیا ہے اور یہ کہ اس قدر ترقی کرنے کے باوجود ہم اب بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور آپ کے خاکِ پا ہیں اُس وقت تک مقامِ محمدیؐ کی فضیلت کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ ختمِ نبوت کی حقیقت روشن ہو سکتی ہے۔ کوئی

عیسیٰ کا مُرید اگر اس پر بُرا مناتا ہے تو بیشک بُرا منائے ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سچا غلام بڑے سے بڑا مقام حاصل کرسکتا ہے اور جتنا بھی وہ بڑھتا چلا جائے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے ہی استفادہ کریگا اور ہمیشہ آپ کے غلاموں اور چاکروں میں ہی اس کا شمار ہوگا۔ ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس دعویٰ کے نتیجہ میں ہم مارے جائیں یا قتل کئے جائیں یا اپنے وطنوں سے نکال دیئے جائیں ہم فخر سمجھیں گے کہ ہم نے ماریں کھا کر اور گالیاں سن کر اور وطنوں سے بے وطن ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کیا اور آپ کی عظمت کو دنیا میں روشن کیا۔

نسخہ کیمیا پھر اس مینار کی ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ ہر شخص کو اس کی استعدادِ روحانیہ کے مطابق روشنی دیتا ہے اور دوسری طرف اس پُرانی مثل کے مطابق جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب کوئی شخص ''سِم سِم کُھل جا'' کہتا تھا تو خزانے کا دروازہ خودبخود کھل جاتا تھا یہاں بھی ایک ایسا ہی سِم سِم کا نسخہ موجود ہے جس کو استعمال کرنے سے مینارۂ محمدیؐ کی روشنی فوراً زیادہ ہو جاتی ہے گو اس وقت اس کا ساتھی کم روشنی حاصل کر رہا ہو یہ روشنی بڑھانے والا نسخہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

یہ ایک کُنجی ہے جو اس مینار سے روشنی حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے تمہارے سپرد کی ہے تم خدا تعالیٰ سے یہ کہتے ہو کہ اے خدا! تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بڑھا جس طرح تُو نے حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابرہیمؑ کا نور بڑھایا۔ جب کوئی بندہ اس نسخہ کو استعمال کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کہتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بڑھانے کا وعدہ تو مَیں نے کیا ہؤا ہی ہے اس بندہ نے جو مجھے وعدہ یاد دلایا ہے تو میں اس کے بدلہ میں اس بندے کا بھی نور بڑھاؤں گا اور اسے بھی ایک چھوٹا محمد بناؤں گا۔

پس اِس نسخہ کو استعمال کر کے اس مینارِ محمدی کی نقل میں اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے مینار تیار

ہونے لگ جاتے ہیں۔ یہ مینار ہمیشہ تیار ہوتے رہے اور ہوتے چلے جائیں گے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکتے جو خدا کے مقرب ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہوں وہ جھوٹا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتا ہے وہ آپ کے فیضان کو بند کرتا ہے ہم جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بھی زندہ تھے جب آپ جسدِ عنصری کے ساتھ اِس دنیا میں موجود تھے اور اِس وقت بھی زندہ ہیں جب آپ دنیا سے جا چکے ہیں۔ دنیا پیدا ہوگی اور فنا ہوگی لوگ آئیں گے اور مریں گے انسانی نسل دنیا میں پیدا ہوگی اور مٹے گی مگر میرا رسول ہمیشہ کے لئے زندہ ہے جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اگر اِس پر کوئی مجھے پھانسی بھی دینا چاہے تو مَیں پھانسی کے تختہ پر بھی چڑھنے کے لئے تیار ہوں۔

مینارۂ محمدی کی نقل میں بعض اور چھوٹے چھوٹے مینار

پھر اس مینارۂ محمدی کی نقل میں بعض اور چھوٹے چھوٹے منارے بھی تیار ہوئے ہیں جس طرح کہ ایک بڑا مینارہ تیار ہوا ہے جس کے متعلق خود اَلْمَنَارَةُ الْبَيْضَاءُ نے خبر دی تھی اور قرآن کریم نے بھی کہا تھا کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى اور ان مناروں کی خبر قرآن کریم میں یوں دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ لا يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [۴۰]

یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَامِصْبَاحٌ اس کے نور کی کیفیت یہ ہے کہ جیسے ایک طاقچہ ہو اور اُس طاقچہ میں ایک چراغ ہو۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اُس طاقچے کے پیچھے ایک REFLECTOR لگا ہُوا ہو اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ اور وہ REFLECTOR اتنا صاف اور عمدہ ہو جیسے ایک چمکتا ہُوا ستارہ ہوتا ہے یُوْقَدُمِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ اور وہ چراغ ایک مبارک درخت سے جو زیتون کی قسم میں سے ہے جلایا جاتا ہو لَاشَرْقِیَّۃٍ وَّلَاغَرْبِیَّۃٍ نہ وہ شرقی ہے نہ غربی یَکَادُزَیْتُھَایُضِیْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ قریب ہے کہ اس کا تیل آپ ہی آپ جل اُٹھے خواہ اسے آگ نہ دکھائی جائے مگر چونکہ اسے آگ بھی دکھائی گئی ہے اس لئے نُوْرٌعَلٰی نُوْرٍ نور پر نور نازل ہونا شروع ہو گیا ہے یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَشَآءُ اِس نور کے لئے جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنے دین کی تفاصیل بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس مضمون کو بیان فرماتا ہے کہ خدا کا یہ نور کس مینار پر رکھا جاتا ہے فرماتا ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ یہ نور اُن گھروں میں رکھا جائے گا جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ دنیا میں میناروں کی طرح بلند کئے جائیں۔ وَیُذْکَرَفِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّوَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّاتُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَابَیْعٌ عَنْ ذِکْرِاللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ اور جن میں رات اور دن خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اور صبح و شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نمازوں کے قیام کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی۔ یَخَافُوْنَ یَوْماً تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَ بْصَارُ اور وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس دن انسانوں کے دل دھڑکنے لگ جائیں گے اور ان کی آنکھیں جھک جائیں گی۔ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَاعَمِلُوْاوَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے اعلیٰ حصے کا اُن کو بدلہ دے اور اپنے فضل سے ان کے انعامات میں اور بھی زیادتی کرے۔ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

روحانی عظمت اور بلندی کے مستحق افراد کی تعیین!

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ روحانی طور پر بعض گھروں کو اونچا کر دیتا ہے یعنی دنیا میں انہیں ایک مینار کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے مگر فرماتا ہے کہ یہ کون سے گھر ہیں یہ وہی گھر ہیں **یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡھَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۔ رِجَالٌ لَّاتُلۡھِیۡھِمۡ تِجَارَۃٌ وَّلَابَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِاللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ** یہ وہ گھر ہیں جن کے اندر صبح و شام خدا تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور صرف منہ سے ہی نام نہیں لیا جاتا بلکہ عملاً بھی وہ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرتے ہیں وہ تجارتیں بھی کرتے ہیں وہ سَودا بھی بیچتے ہیں وہ روپیہ بھی کماتے ہیں لیکن باوجود اس کے ان کا روپیہ انہیں خدا تعالیٰ سے غافل نہیں کر دیتا۔ ان کی تجارت انہیں حقوق اللہ سے اور حقوق العباد کی ادائیگی سے روک نہیں دیتی۔ وہ بندوں کا حق ادا کرتے ہیں، وہ غریبوں کی بھی ہمدردی کرتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کو بھی نہیں بھلاتے۔

ایک قابلِ غور نکتہ

جماعت احمدیہ ہمیشہ اِس نکتہ کو یاد رکھے کیونکہ اسی میں اس کی فلاح ہے۔ دین کیلئے روپیہ کمانا بھی اُس کا فرض ہے لیکن روپیہ کماتے وقت دین کی محبت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دل میں رکھنا بھی اس کا فرض ہے بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ اگر کوئی اور شخص بھی اِس نُکتہ پر عمل کرے گا تو خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو وہ یقیناً ہدایت پائے گا اور خدا تعالیٰ کی نصرت حاصل کرے گا کیونکہ جو شخص نیکی کی طرف ایک قدم اُٹھاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور قدم اُٹھانے کی بھی توفیق مل جاتی ہے۔

اپنے دائرہ میں ہر مسلمان کو ایک چھوٹا سا محمد بننے کی کوشش کرنی چاہئے

بہرحال یہ آیات بتاتی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ کی اُمت کے ہر فرد کے لئے دنیا کا روحانی مینار بننے کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ وہ صرف دنیا کما کر کبھی اونچے نہیں ہو سکتے انہیں اصل اونچائی اُس وقت حاصل ہوگی جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جزو بن جائیں گے، جب وہ خدا تعالیٰ کا ذکر دنیا میں قائم کریں گے' جب وہ نمازوں پر التزام رکھیں گے، جب وہ زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوں گے اور کسی قسم کے ظلم اور فتنہ میں حصہ نہیں لیں

گے، یہ وہ نسخہ ہے جس کو استعمال کر کے دنیا کا ہر مسلمان روحانی دنیا کا ایک چھوٹا مینار بن سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ آج مسلمان اس نسخہ کو بُھول چکے ہیں وہ دنیا کی تمام بلندیوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ یہ تو چاہتے ہیں کہ ترقی کرتے کرتے وہ ایک چھوٹے شیکسپیئر بن جائیں، وہ یہ تو چاہتے ہیں کہ وہ ایک چھوٹے ہیگل بن جائیں، وہ یہ تو چاہتے ہیں کہ وہ ایک چھوٹے فلسفی بن جائیں' وہ یہ تو چاہتے ہیں کہ اگر سائیکالوجی کا کوئی بہت بڑا ماہر گزرا ہے تو وہ اس کی نقل میں ایک چھوٹے سائیکالوجسٹ بن جائیں، وہ یہ تو چاہتے ہیں کہ ایک چھوٹے جیمز یا ایک چھوٹے فرائڈ بن جائیں مگر آج مشرق سے لے کر مغرب تک کسی مسلمان کے دل میں یہ خواہش نہیں پائی جاتی کہ وہ ایک چھوٹا محمدؐ بن جائے حالانکہ ہمارے دل میں سِوائے اِس کے اور کوئی خواہش نہیں ہونی چاہئے کہ خواہ کچھ بھی ہو اور خواہ ہمیں اِس کے لئے کوئی بھی قربانی کرنی پڑے ہم ایک چھوٹے محمدؐ بن جائیں۔

اپنے روحانی باپ کی نقل کرو

بچوں کو دیکھ لو دنیا میں ہر بچہ اپنے ماں باپ کی محبت کی وجہ سے ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جن کی مائیں اپنے بچوں سے توتلی زبان میں باتیں کرنے کی عادی ہوتی ہیں ان کے بچے بھی اسی رنگ میں بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور جن کے باپ باتیں کرتے وقت ہکلاتے ہیں اُن کے بچے بھی رُک رُک کر باتیں کرتے ہیں بلکہ میں نے تو دیکھا ہے کہ اگر باپ کی آنکھ یا ناک یا ہاتھ میں بات کرتے وقت کوئی معمولی سی حرکت بھی ہوتی ہے تو ویسی ہی حرکت بچے کی آنکھ یا ناک یا ہاتھ میں بھی پائی جاتی ہے یا اگر ماں اپنی آنکھ کو ذرا جھپک کر بات کرنے کی عادی ہو تو اس کی بیٹی میں بھی آنکھ کی ویسی ہی جھپک آ جاتی ہے۔ غرض بچے اپنے اخلاق اور اپنی عادات اور اپنی زبان اور اپنے لب ولہجہ میں اپنے ماں باپ کی نقل کرتے ہیں اور یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو ماں باپ سے بچوں میں آ جاتی ہیں مگر یہ کتنے بڑے افسوس کا مقام ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کامل باپ موجود ہے مگر مسلمان اس کی نقل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے باپوں کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔ کوئی بچہ نادان سے نادان اور پاگل سے پاگل بھی ایسا نہیں ہو سکتا جو اپنے باپ اور اپنی ماں کو چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے بھاگا پھرے۔

انسان کے بچہ کو جانے دو کُتّے بھی ایسا نہیں کرتے۔ ایک کُتّے کو بھی اگر چند دن روٹی کھلاؤ تو وہ اپنے مالک کے گھر کا دروازہ نہیں چھوڑتا لیکن آج مسلمانوں کے دلوں میں اپنے عظیم الشان روحانی باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرنے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی وہ منہ سے تو کہتے ہیں کہ اسلامی حکومت قائم ہونی چاہئے مگر یہ حکومت وہ دوسروں سے منوانا چاہتے ہیں خود اس حکومت کا جؤا اُٹھانے کیلئے تیار نہیں حالانکہ ہزاروں ہزار احکام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہیں کہ نہ ان کے لئے کسی قانون کی ضرورت ہے نہ آئین کی ضرورت ہے نہ جتھے کی ضرورت ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور نماز شروع کر دی۔ کیا اس کے لئے کسی قانون کی ضرورت ہے یا رمضان آیا اور روزے رکھنے شروع کر دیئے کیا اس کے لئے کسی آئین کی ضرورت ہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا کے چپہ چپہ پر بغیر کسی قانون اور آئین کے قائم کی جاسکتی ہے مگر مسلمان اس کے لئے تیار نہیں۔ وہ نعرے لگانا جانتے ہیں وہ منہ کی پُھونکوں سے کُفر مٹانا چاہتے ہیں لیکن عملی رنگ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کیلئے کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

افرادِ جماعت کو نصیحت

مَیں اپنی جماعت سے کہتا ہوں میں نے پہلے بھی کئی دفعہ نصیحت کی ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ تمہارا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ خواہ کتنا ہی چھوٹا سہی مگر بہر حال تم اپنے دائرہ میں چھوٹے محمد بن جاؤ۔ جس دن تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو ایک چھوٹا محمد بنانے کی کوشش کرے گا، جس دن تم اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بن جاؤ گے اور جس دن تمہاری زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی جھلک پیدا ہو جائے گی دنیا سمجھ لے گی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور تمہارے اعمال اور اخلاق اور کردار کو دیکھ کر اس کے دل میں تمہاری محبت بڑھتی چلی جائے گی۔ تم ایک زندہ اور مجسم نمونہ ہو گے، تم چلتی پھرتی تبلیغ ہو گے، تم دنیا کے راہنما اور راہبر ہو گے، تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی طرف دنیا کو کھینچ کر لانے والے ہو گے اور وہ لوگ بھی آخر تمہارے نمونہ کو دیکھ کر بے تاب ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ جب تک ہم سب سے بڑے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو نہ دیکھ لیں ہم صبر نہیں کر سکتے تب دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو جائے گی اور تمام بنی نوع انسان آپ کی غلامی میں شامل ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا

اب مَیں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی اور ہمارے بیوی بچوں کو بھی اور ہمارے دوستوں کو بھی اور ہمارے ملنے والوں کو بھی اور ہمارے ہم قوموں کو بھی اور ہمارے ہم مذہبوں کو بھی اور ہمارے ساتھ نام میں اشتراک رکھنے والے مسلمانوں کو بھی بلکہ ہمارے ساتھ انسانیت میں اشتراک رکھنے والے تمام غیر مُسلموں کو بھی میرے آقا کی محبت بخش دے اور ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں شامل ہو جائے۔ پس آؤ! ہم خدا تعالیٰ سے التجا کریں کہ اے خدا! ہم کمزور ہیں، ہم نحیف اور ناتواں ہیں، ہمارے دل تاریک ہیں، ہماری زُبانیں زنگ آلود ہیں تُو اپنے بندوں پر رحم فرما اور ہماری زاری کو قبول کرتے ہوئے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کر دے، پھر قرآن کی حکومت دنیا میں قائم کر دے، پھر تیرا نور دنیا کو روشنی دینے والا بنے، پھر دنیا کی ساری ظلمتیں اور تاریکیاں مٹ جائیں اور دنیا میں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نور باقی رہے۔ اٰمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔

---

۱ المؤمن: ۳۷، ۳۸ ۲ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال۔

۳ **عبداللہ بن سبا:** یہ صنعا کا یہودی اور سبائی تحریک کا بانی تھا۔ بعض روایات کے مطابق شیعہ مسلک کا بانی تھا۔ اس نے حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمانوں میں نِفاق پھیلایا۔ بقول اس کے حضرت علی حضورؐ کے وصی ہیں نیز خدا کے اوتار تھے۔ حضرت علیؓ نے اسے سزائے موت دی۔ (اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۹۷۳۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء)

۴ المنجد عربی اُردو صفحہ ۱۰۵۸۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء

۵ مسلم کتاب الاذان باب بیان کفر مَنْ قَال مطرنا بالنوء

۶ **ارڑ پوپو:** نجومی۔ ضدی۔ احمق (یہ پنجابی لفظ ہے)

۷ یونس: ۹۱ ۸ النّجم: ۲ تا ۱۹

۹؎ کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ حلب ۱۹۷۴ء۔
۱۰؎ بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ وَ اٰخرِیْنَ مِنْھُم (الخ)
۱۱؎ الحجر: ۱۷ تا ۱۹
۱۲؎ ابوداؤد کتاب الملاحم باب مَایُذکَرُ فی قَرنِ المِائَۃ۔
۱۳؎ الجنّ: ۱۰ ۱۴؎ الشعراء: ۲۱۳ ۱۵؎ الطّور: ۳۹
۱۶؎ الصّٰفّٰت: ۷ تا ۱۱
۱۷؎ تعطیر الانام صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۸ء۔
۱۸؎ منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام مؤلفہ ابن سیرین بر حاشیہ تعطیر الانام الجزء الاوّل صفحہ ۱۵۶ مطبوعہ مصر ۱۳۲۰ھ
۱۹؎ مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ
۲۰؎ بخاری کتاب الادب باب۔ المقۃ مِنَ اللّٰہ تعالیٰ
۲۱؎ بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عِیْسی ابْنِ مریم عَلَیْھِمَا السَّلام۔
۲۲؎ الطلاق: ۱۱، ۱۲ ۲۳؎ الطارق: ۲ تا ۴
۲۴؎ تذکرہ صفحہ ۱۷۱۔ ایڈیشن چہارم۔
۲۵؎ مشوش: پریشان۔ مضطرب۔ حیران۔
۲۶؎ پیدائش باب ۶ آیت ۵ تا ۷ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور مطبوعہ ۱۹۴۳ء
۲۷؎ الدھر: ۳۱ ۲۸؎ الانفال: ۱۸
۲۹؎ بخاری کتاب الدیات باب مَنْ اَحْیَاھَا۔
۳۰؎ بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خالد بن ولید الی بنی ذیمۃ۔
۳۱؎ التکویر: ۲۴
۳۲، ۳۳؎ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال۔
۳۴؎ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نُزُوْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصلوٰۃ والسلام۔
۳۵؎ بنی اسراءیل: ۲

۳۶؎ تذکرہ صفحہ ۴۸۵۔ ایڈیشن چہارم

۳۷؎ سیرت ابن هشام الجزء الثانی صفحہ ۱۲، ۱۳ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۳۸؎ الاحزاب : ۴۷

۳۹؎ اٰل عمران : ۳۲ ۴۰؎ النور : ۳۶ تا ۳۹